

لیاً نَهَا الرَّسُولُ بِلِغٍ مَا أُنْوِلَ النَّكَ

دُعْوَى، اصْلَاحٍ وَكَرِيْ اَوْسِيْ عَبْدٌ

از هار تبیغ القرآن پشاور

ش ۲

جلد ۴

مارچ / اپریل 2018ء ، جمادی الائی ، ۱۴۳۹ھ

مولانا مفتی محمد یا زدہ نی

مولانا سید کفایت بخاری ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مقالیں

3	عظام اللہ بندیلوئی	شیخ العہد فتح تفسیر القرآن
6	اور وہ	سمیع العہد
8	دوسرے کی خاطر بینی عاقبت کی تبیہ	دوسروں کی خاطر بینی عاقبت کی تبیہ
12	اول ایسے	ایسا کفر کا سمجھ بایں!
24	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی	یقین العہد
30	مولانا فتحی محمد یار	شیخ الحدیث اور تفسیر عالمہ سید محمد حسین شاہ نجفی
37	اقامت دین اور اعلاء کعبۃ اللہ	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
40	حوالہ و مختصر	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
42	لائق اسلام	اللہ سے بات مخواہ کا طریقہ
44	میرزا سراج علامہ	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
45	مولانا فتحی محمد یار	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
49	حالات حاضرہ	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
52	میرزا سراج علامہ	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی
55	مولانا فتحی محمد یار	میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی

پیڈائی شمارہ: 30، پاپے نر سالان: 160، پاپے

سالان

سالان: 20، میرزا سراج علامہ

میرزا سراج علامہ سید محمد حسین شاہ نجفی

مجلس ادارت

پروفیسر ذکری محمد عمر
مولانا ذکری اکرم الحق یاسین
مولانا ذکری سراج الاسلام حنفی

مجلس مشاورت

مفہی ضیاء الحق
جذاب یوسف ظفر
مفہی محمد حسین
ابو ثاقب حکیم احمد

خلاصہ تابعہ کا پتہ

مجلہ "تلیغ القرآن"

تلیغ القرآن

یوسف آباد رزارڈ روڈ پشاور پاکستان۔



ایمیل

mujalla.jamiatu@gmail.com

ویب سائٹ

www.tableeghulquran.com

پیشہ: میرزا مولانا شمس علی صافی

پیشہ: احمد مولانا شمس علی صافی

قری احتشام الحق

0333-9393151

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

سلام علیکم اللہ بن دیالوی

(سورة البقرة: ١٨٢-١٨٣)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ إِنَّ الْحُرُّ لِلْحُرُّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ
وَالْأُنْثُى بِالْأُنْثُى طَفْلًا مَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبِاعُ الْمُعْرُوفِ وَادَّاءُ إِلَيْهِ
بِالْحُسَانِ طَذْلَكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةً طَفْلًا اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أَوْلَى الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ طَكْبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ
الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا إِلَّا وَصِيَّةً لِلْوَالَّدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمُعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ
طَفْلًا مَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ طَإِنَّ اللَّهَ سَيِّعُ عَلَيْهِمْ فَمَنْ خَافَ
مِنْ مُؤْسِرٍ جَنَاحًا أَوْ إِثْمًا فَاصْلَحْ بِيَنْهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ طَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ:

- اے ایمان والو! مقتولوں کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بد لے آزاد اور غلام کے بد لے غلام اور عورت کے بد لے عورت (ہی سے قصاص لیا جائے) پس جس کو اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو (معاف کرنے والے کو چاہیے کہ دیت مطالبہ کرنے میں) معروف طریقے کے ساتھ پیروی کرے اور (قاتل کو چاہیے) کہ اسے ادا کرے (دیت) اپنے طریقے سے یہ (معافی اور دیت) تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۱۷۸)
- اور تمہارے لیے قصاص لینے میں (امن) زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم (خوزیری سے) بچو۔ (۱۷۹)

- تم پر لازم ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور وہ اپنے بیچپے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور قریبی رشتے داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ مقتضی لوگوں پر ہوتا ہے۔ (۱۸۰)
- جو شخص اس وصیت کے سننے کے بعد اس کو بدلتا تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہو گا واقعی اللہ سننے، جانے والا ہے۔ (۱۸۱)
- البتہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے طرف داری یا گناہ سے دوسروں کی حق تلفی کی ہے تو پھر وہ ان میں اصلاح کر ادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ بخششے والا اور حم کرنے والا ہے۔ (۱۸۲)

شرح:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا:

مضامین کے اعتبار سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بیان ہو گا۔ یاد رکھیے! جہاد فی سبیل اللہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے جو آپس میں منظم اور متحد ہو اور جس کا اندر ورنی نظم و نتیجہ درست ہو۔ اس لیے حکم جہاد کے ساتھ تین بار امورِ انتظامیہ کا نزد کرہ ہو گا یعنی قصاص، وراشت کی تقسیم اور لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھانے کی ممانعت، امورِ انتظامیہ پر مکمل لحاظ سے عمل درآمد صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان کا باطن درست ہو۔ باطن کی اصلاح کے لیے تین امور مصلح کا نزد کرہ ہو گا یعنی نماز، روزہ اور حج سے باطن کی اصلاح اور قرب الہی حاصل ہو گا۔ حج کے موقع پر بیت اللہ میں فتح کی دعا میں مانگو اور نماز سے باہمی محبت والفت پیدا ہوتی ہے اور نماز برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ پہلا امر انتظامی ہے کہ قتل کے قصاص میں تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ یہود کے مذهب میں صرف قصاص تھا۔ عیسائیوں کے ہاں صرف معافی اور عرب میں قصاص اور معافی دونوں چیزوں تھیں مگر ان میں بہت افراط و تفریط تھی۔

قصاص کا معنی ہے کہ مجرم کے ساتھ وہی کیا جائے جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلتے میں قتل کیا جائے۔ یاد رکھیے! قصاص لینے کا حق صرف حکومت وقت ہی کو ہے ورنہ بے اعتدالیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کسی آزاد نے

غلام کو یا مرد نے عورت کو قتل کیا تو غلام کے بد لے آزاد کو اور عورت کو بد لے مرد کو تھاص میں قتل کیا جائے گا۔ اس آیت میں ”الحر بالحر“ میں حصر کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد صرف تھاص میں مساوات کو بیان کرنا ہے۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں تھاص کے بارے میں جو ظلم اور زیادتی ہوتی تھی اُس کی روک تھام مقصود ہے۔

فَمَنْ عَفَى لَهُ:

مقتول کے وارث کو قاتل کا بھائی کہا تاکہ قاتل کے دل میں شفقت و ندامت کے جذبات پیدا ہوں ”شیٰ“ یعنی تھاص معاف کر دیا جائے اور دیت لے لی جائے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ:

یہ دوسرا انتظامی حکم ہے۔ ابتداءً اسلام میں وارثت صرف اولاد کو ملتی تھی والدین اور باقی رشتے داروں کو وارثت تب ملتی جب مرنے والا ان کے لیے وصیت کر جاتا۔ بعد میں آیت میراث نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور قرآن نے والدین اور باقی رشتے داروں کے حصے مقرر کر دیے۔ (روح المعانی)

شah ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جن پانچ آیتوں کو منسوخ مانا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور آیت کا مفہوم یہ نہیں کہ والدین اور اقربین کے لیے وصیت کرے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ مرنے والا والدین اور اقربین کو وصیت کرے کہ وہ اس کا ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم کریں۔

صاحب مدارک نے ایک اور مفہوم بیان فرمایا ہے کہ اس آیت میں کافر اور مشرک والدین اور رشتے داروں کے لیے وصیت کرنے کی تلقین کی گئی ہے جو وجہ کفر مسلمان کے وارث نہیں بننے۔

فَمَنْ بَدَّلَهُ:

یعنی مرنے والے نے شریعت کے مطابق وصیت کی مگر سننے والے نے اسے بدل دیا تو اس کا گناہ بد لئے والے پر ہو گا۔

فَمَنْ خَافَ:

یعنی مرنے والے نے وصیت خلاف شریعت کی ہو تو وارثوں پر ضروری ہے کہ اس پر عمل نہ کریں اور وارثت شریعت کے مطابق تقسیم کریں۔

دوسروں کی خاطر اپنے عاقبت کی تباہی

ادارہ

عَنْ أَبِي أُمَّامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزَلَةُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ أَخِرَّتَهُ بِدُنْيَا غَيْرَهُ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ:

سیدنا ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز مرتبے کے اعتبار سے بدترین انسان وہ ہو گا جو دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت تباہ کر ڈالے۔

شرح:

دوسروں کی عاقبت سنوار نے اور اپنی عاقبت سے بے پرواہ رہنے والا شخص بھی بلاشبہ نادان ہے مگر وہ بدنصیب تواہی نادان اور ناکام ہے جو دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت تباہ کر رہا ہے اور اسے احساس نہیں ہے کہ وہ کس بدترین انجام کی طرف جا رہا ہے۔ رسول صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا ہے کہ ایسا انسان حشر کے میدان میں بدترین حیثیت میں ہو گا۔

اولاد کی دنیا کو تابنا ک بنانے، بیوی پکوں کو خوشحال دیکھنے اور ان کے لئے عیش و عشرت کی زندگی کا خواب دیکھنے والے اکثر اس گمراہی اور غلط روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بیوی پکوں سے محبت ایک نظری جذبہ ہے۔ ان کی خواہش پوری کرنا اور ان کو عیش و آرام میں دیکھنا ایک فطری داعیہ ہے۔ پیشک اس سے قلب درود سے تجاوز کر جائے تو بھی بیوی بچے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں، دشمن دین واپیمان بن جاتے ہیں۔ آدمی ان کی اندھی محبت میں گرفتار ہو کر ان کی دنیا سنوار نے کی فکر اور ذہن میں اس طرح لگ جاتا ہے کہ

نہ اسے حلال و حرام کی پرواہوتی ہے اور نہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کا پاس و لحاظ ہوتا ہے۔ اسے بس یہ دھن ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیئے، کار و بار پھیلائے، عیش و عشرت کے سامان جمع کرے، جاندار بنائے اور اپنی اولاد کے لئے وہ سب کچھ جمع کرے کہ دنیا عش عش کراٹھے۔ یہی وہ گمراہی اور غلط روی ہے۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کے پارے میں یہ وعدہ سنائی ہے کہ قیامت کے روز وہ بدترین حیثیت میں ہو گا۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن پاک نے بڑے بلغہ انداز میں اشارہ فرماتے ہوئے سخت تنبیہ کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَذْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوَّ الْكُفَّارِ هُمْ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو۔

بہار ہو کہ خزان لا الہ الا اللہ

عبدالرحمن بن ابی نعیم بھی رحمۃ اللہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، زهد و عبادت میں بڑے مشہور تھے، ان کی خداخونی اور فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ بکیر بن عامر کے بقول "اگر ان سے کہا جائے کہ موت کافرشتہ آپ کی روح قبض کرنے آیا ہے تو اس خبر سے ان کی حالت میں ذرہ بھی فرق نہیں آئے گا۔"

ایک دن وعظ و نصیحت کی غرض سے وہ حجاج بن یوسف کے پاس گئے، نصیحت فرمائی اور ظلم کے انجام کی طرف توجہ دلائی تو حجاج نے اس کا نقصلہ دیتے ہوئے حکم دیا" اسے نگ وتاریک کو ٹھڑی میں بند کر۔ دو اس حالت میں پندرہ دن گزر گئے، جہاں نہ کھانا، نہ پینا، نہ روشنی اور نہ زندگی کا کوئی سامان۔

حجاج نے کہا" اب اس کی لاش نکالنے کے لیے حجاج کے کارندوں نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ کھڑے نماز میں مشغول ہیں۔

یہ نفر فصل گل ولا الہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزان لا الہ الا اللہ

حجاج کو ان کی سہ کیفیت معلوم ہوئی تو انہیں آزاد کر دیا۔ (تہذیب: ج ۲ ص ۲۸۶)

اسلامی ممالک کا عجیب المیہ!

ڈاکٹر دوست محمد خاں

اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کو برداشت نہیں کرتا خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ یہ بھی قانون خداوندی ہے کہ کوئی قوم یا حکمران اللہ تعالیٰ کے احکام و تعلیمات نظری اصولوں سے جب بھی منہ موڑ کر انسانی خواہشات اور صرف عقل ہی کو رہنمایا گیا تو افرا نفری اور بالآخر تباہی و بر بادی کی صورت میں نتیجہ سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خلفاء راشدین اور بعد میں آنے والے ان مسلمان حکمرانوں کے درجات بلند فرمائے کہ اسلامی سلطنت کار قبہ لاکھوں مریع میل کی صورت میں عثمانی خلافت تک بطور امانت پہنچا۔ ترکوں نے کمال کر کے دکھایا کہ آج کی بیشتر اسلامی ممالک کو سنبھال کر رکھا اور یورپی اقوام کو بحر ایض کے پار نہیں کرنے دیا اور نہ ہمارا آج کا ہمارا حال بھی ریڈ انڈین اقوام کی طرز پر ہوتا۔

لیکن ہماری بد قسمتی کا اندازہ کیا جائے کہ ترک ناداں اور عربوں نے مل کر خلافت کی قباقاک کر دی۔ اس کے بعد اس زمانے کے سپر پا در بر طالی نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر اسلامی دنیا کی بندر بانٹ کر کے ان پر ایسی حکمرانیاں قائم کیں کہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، زبان اور تاریخی مقدمات کو شدید نقصان پہنچا۔

استعمار اور سامراج کو یقین تھا کہ مسلمان عوام کو جب اٹھنے کا موقع ملے گا اور ان کا دھڑکن تختہ کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ امتِ مسلیمہ کی تاریخ شاہد ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپی استعمار کے خلاف آزادی کی ایسی تحریکیں اٹھیں کہ استعمار اور سامراج مسلمان خطوں کو چھوڑنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ لیکن جانے جاتے بھی انہوں نے ”کمال“ کر دیا کہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ان ممالک میں ”اپنے لوگوں“ کی ایسی مضبوط ٹیم چھوڑ گیا کہ جو نہیں مسلمان ممالک کے آزادی کے

ہیر وفات پا گئے یا ان کو ہٹایا گیا ہے، اقتدار ان مخصوص لوگوں کو دلوایا گیا جن کو ان کے اعمال اور حکومتی پالیسیوں عوام نے "کا لے انگریز" یا کا لے استعمار کا نام دیا۔ دراصل مسلمان ممالک میں استعماری دور میں حکومت اور عوام کے درمیان ہر لحاظ سے ایک باقاعدہ جنگ اور اختلاف کی فضاطاری رہتی تھی۔ استعمار کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ عوام میں سے کوئی سر اٹھانے کے قابل نہ ہو۔ لہذا پورے ملک کو پولیس سینٹ میں تبدیل کیا کرتے تھے۔ بر صیر پاک و ہند میں انگریز دور حکومت کے ڈیڑھ صدی میں حریت پسندوں کی یہ جدوجہد جاری ہی رہی۔ ان حریت پسندوں کو مسلمان عوام کی ہمدردیوں کے ساتھ ساتھ مادی امداد بھی حاصل رہتی تھی۔ اس بناء پر سارے اسلامی ملکوں میں عوام اور استعماری حکومتوں کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والی رسہ کشی جاری رہی یہاں تک کہ مسلمان ممالک آزاد ہو گئے۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کے مسلمان حکمرانوں نے بیسویں صدی کے نصف سے لے کر آج تک کوئی ایسی حکومت قائم نہیں کی جس کو مثالی کہا جاسکے۔ اسلامی دنیا میں بہت کم ایسے حکمران آئے جنہوں نے اپنے عوام کے جذبات، احساسات اور ضروریات کا خیال رکھا۔ بیسویں صدی میں شاہ فیصل شہید کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا حکمران گزر اہو۔ جس سے اس کے اپنے ملک کے سارے عوام کے علاوہ دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک کے لوگ بھی چاہتے ہوں۔

شاہ فیصل شہید وہ شخصیت ہیں جن کی شہادت پر پوری اسلامی دنیا تقسیمی ہو گئی تھی۔ شاید اسی لئے ان کو شہید بھی کروایا گیا تھا کہ انہوں نے عرب اسرائیل جنگ میں پژوں کو بطور ہتھیار استعمال کر کے امریکہ اور یورپ کو سرخ جھنڈی دکھائی تھی۔ ان کے بعد عالم اسلام امریکی اور روسی بلاؤں میں تقسیم ہو گیا کہ امریکہ اور سویت یو نین سے حکومت کرنے کے سڑیفیکیٹ ملتے تھے۔ مسلم دنیا کی کسی حکمران نے اگر کہیں اپنے عوام کو دکھ درد کو محسوس کرتے ہوئے ان کو کوئی آسانی فراہم کرنے کی ترکیب سو جھ کر استعمار کے لاحقہ عمل سے سرتبا کی کوشش کی تو اسے دیدہ عبرت نگاہ بنا دیا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم اسلام اس وقت ایک ایسے محاصرے میں ہے جس سے نکلا بہت مشکل ہے لیکن ناممکن قطعاً نہیں۔ عالم اسلام میں شاہ فیصل ذوالفقار علی بھٹو اور مہاتیر محمد اور احمد نژاد جیسی شخصیت نے جب اپنے دین ممالک اور عوام کے مفادات کے تحفظ کے لئے کسی قسم کے دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اقدامات اٹھائے تو ان کی خلاف جو سازشیں ہو گئیں وہ تاریخ کا حصہ بن گئیں ہیں۔ اب آج جو صور تحال اسلامی ممالک میں ہے اس میں اکثر و بیشتر معاملات میں عوام کی آراء اور خواہشات کچھ اور ہوتی ہیں اور حکومت کی مجبوریاں اور حکومت کی بعض اوقات تو واقعی کچھ جنوئی (jenuine) مجبوریاں ہو سکتی ہیں لیکن اکثر ہماری حکمران اپنی نوکری کی رکھنے کی خاطر اسلامی ملکوں میں استعمال کی خواہشات کو مد نظر رکھنا فریضہ اولیٰ سمجھتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمان عوام اور ان کی حکومتوں کے درمیان وہ مغایرت اور دوریاں پیدا ہوتی ہیں جو آخر کار عوام اور ملک و قوم کے عظیم نقصانات پر منحصر ہوتی ہیں۔ اسلامی ممالک میں اگر حکمران، اقتدار اور سلطنت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر اللہ اور رسول کی تعلیمات کے مطابق چلانے اور استعمال کرنے کی سعی کرتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں اور سعادتوں کے علاوہ عوام کی بھرپور تائید اور تعاون کے مستحق ٹھہرتے اور یوں نہ استعمال کو ہاتھ مارنے کا موقع ملتا اور نہ ہی مسلمان ممالک کے عوام کا نقصان اور وسائل کا خیال ہوتا۔

دنیاوی وسائل اگرچہ اہمیت کے حامل ہوتی ہیں لیکن اسلامی ممالک میں سب سے زیادہ نقصان ہمارے دینی اقدار اور شعائر کا ہوتا ہے۔ کیا قرآن و حدیث کی رو سے ایک ہی ملک میں حکمران طبقے اور عوام کے درمیان کشمکش اس حد تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ لاکھوں لوگ گھر بار اور کار و بار چھوڑ کر ایسے حکمران کو کوچھ اقتدار سے نکالنے کے لئے احتجاج اور مظاہروں پر مجبور ہو جائیں اور مسلمانوں کے دشمن ان کا تماشہ دیکھیں اور اس بات پر تبصرے کریں کہ حکومت نے تبدیل ہونا ہے تو ہو جائے لیکن کوئی ایسی حکومت نہ آنے پائے جو مسلمان عوام کے تمناؤں اور آرزوں کے مطابق ہو۔

تیونس، مصر، سوڈان، اردن اور شام میں کئی عشروں سے جو حکمران بر اجمن ہیں اور ان کے دور اقتدار میں عوام جس طرح بینادی حقوق اور عام ضروریات کی اشیاء سے محروم ہو رہے ہیں۔ اس نے لوگوں کو سڑکوں پر لا بھایا اور اپنے ہی حکمرانوں کے خلاف نازیبا کلمات اور بیزراٹھانے پر مجبور کیا۔

مسلمان علماء دنیا کی شریف ترین عوام ہے ان کو اگر کچھ غلہ یعنی گندم چاول، کچھ پیاز اور ٹماٹر اور کہیں کوئی دوا کی اور ٹھاٹ سکول وغیرہ فرائم ہوں تو واللہ کوئی صدیوں تک پشت دریشت حکمرانی کرے تو سر نہیں اٹھاتے لیکن اب یہ لوگ اگر مشتعل احتجاج پر مجبور ہو گئے ہیں تو ضروری کوئی ایسی بات ہے جو شدید مشکلات کا سبب بن رہی ہے۔ اس قسم کی باتیں سارے مسلم حکمرانوں میں مشترک ہیں، شاید اسی وجہ سے پوری اسلامی دنیا میں ایک شور ہر پا ہے۔ میرے نزدیک اس کے بینادی اسباب لوگوں کو بینادی حقوق کا نہ مانا اور مسلم حکمرانوں کا استعماری حکمرانوں کی بیساکیوں پر حکومت چلانا ہے۔ اگر ہمارے یہ حکمران اللہ سے مدد مانگتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کرے تو نہ کوئی مسئلہ نہ کوئی مصیبت، دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں بھی کامیابی، ورنہ مستقبل قریب میں جو کچھ ہونے والا ہے اس پر کبھی !!

ملکہ کا تقویٰ

ہندوستان کے عادل بادشاہ سلطان اور نگزیب عالمگیر کی الہیہ جہاں زیب بانو، کے جنم پر پھوڑا نکل آیا۔ اس زمانے کے انگریز ڈاکٹر مارٹن نے اپنی ایک رشتہ دار لیڈی ڈاکٹر کو علاج کے لئے حیدر آباد سے بلایا، مگر ملکہ نے شرط لگائی کہ اگر یہ عورت شرابی نہیں ہے تو میرے بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے ورنہ وہ میرے کمرے میں نہ آئے، میں اس سے علاج نہیں کراؤں گی۔

اس لیڈی ڈاکٹر کے بارے میں جب تحقیق کی گئی تو پتا چلا کہ وہ چالیس سال سے شراب نوشی کرتی آرہی ہے۔ تب ملکہ نے کہا ”ایسی شرابی عورت کو میں اپنے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں دے سکتی“ آخر کار دوسال وہ ایسی بیماری میں مبتلا رہ کر انتقال کر گئیں لیکن اس اعلانیہ گنجہار لیڈی ڈاکٹر سے علاج نہیں کرایا۔

یہ ان کا کمال تقویٰ تھا کہ علاج پر قابو ہونے کے باوجود شراب جیسی لعنت میں مبتلا عورت کو چھونے کی اجازت تک نہ دی۔

پرانے اوراق

مujz-e-asraa' wa Muraaj' al-nabi ﷺ

شیخ الحدیث والتعصیر علامہ سید محمد حسین شاہ نیلوی

مجہہ ازہار تبلیغ القرآن کے انتظامیہ کے مشورے سے یہ طے پایا کہ استاد العلماء محقق زمان، عالم بے بدل و با عمل نمونہ اسلاف شیخ الحدیث والتعصیر حضرت علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلویؒ کے تحقیقی مضامین، جو ان کی حیات میں "غارفین" اور "گلستان اسلام" میں شائع ہوا کرتی تھیں آئندہ ہر شمارے میں ان مضامین میں سے ایک علمی اور تحقیقی مضمون قارئین کے استفادے کی خاطر شائع کیا جائے گا۔ اس بہترین اور مفید سلسلے کا یہ پہلا مضمون آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن حضرات کے پاس حضرت نیلویؒ کا کوئی نایاب اور علمی مضمون محفوظ ہو تو ہمیں بھیج دیں تاکہ آئندہ مجہہ میں قارئین کے استفادے کے لیے شائع کیا جاسکے۔ (ادارہ)

علماء اسلام کی اصطلاح میں مسجد حرام (کعبہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کے سفر کو "اسراء" کہتے ہیں، اور مسجد اقصیٰ سے اوپر سدرۃ المنتهى تک کے سفر سیاحت کو "معراج" کہا جاتا ہے۔ اور عام طور پر اس پورے سفر کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام (سورہ بنی اسرائیل) میں اسراہ کاذکر ہے، جبکہ دوسرے مقام (سورہ وآلہ نجم) میں معراج کاذکر ہے، اس لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ ان دونوں پر ایمان لائے۔ کیونکہ نہ تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اور سچ بولنے والا ہے (وَمَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ قِيلَا) اور نہ ہی کسی کی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان سے زیادہ کچی ہو سکتی ہے (وَمَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا) البتہ غیر مسلم اقوام روزِ اذل سے اسراہ اور معراج کے دونوں واقعات کا انکار کرتے چلے آرہے ہیں اور اس پر طرح طرح کے اعتراض کیا کرتے ہیں جس سے بعض "علوم یافہ حضرات" بھی متاثر و متذبذب ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات ہم سے اس بارے میں مختلف انداز سے استفسارات ہوتے رہتے ہیں، جن کے تسلی بخش جواب دے کر ہم اطمینان دلانے کی کوشش کرتے ہیں، چونکہ عوام و خواص کے ذہن میں اس بارہ میں عموماً شکوک و شبہات مشاہدہ میں آئے

ہیں اس لئے اس موضوع پر ایک مستقل مضمون لکھنا ضروری سمجھتے ہوئے قلم انٹھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے یہ مسئلہ سمجھانے اور عوام و خواص مضطربین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آئندہ اوراق میں غیر مسلموں کی طرف سے عام طور پر کئے جانے والے اعتراضات کے جواب دیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن سب سے پہلے اسراء اور مراجع کی قرآنی آیتیں مع تشریحی و ترجمہ کے تحریر کی جاتی ہیں:

آیت اسراء: سُبْحَنَ اللَّذِي أَسْرَى بِعِبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكَنَا حَوْلَهُ لِنُرْيِهِ مِنْ أَيَّاً نَّنَأِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْجَهِيدُ۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱)

یعنی اس اللہ تعالیٰ کی ذات نقش و صور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو اپنے مخصوص ترین اور مقبول ترین بندے (حضرت محمد ﷺ) کو صرف ایک رات کے قلیل و محدود حصہ میں مسجد حرام (یعنی عزت و احترام والے گھر بیت اللہ شریف سے جس کی بنیاد ایک اولو العزم نبی حضرت ابراہیمؑ نے رکھی) سے مسجد اقصیٰ (یعنی پرانی مسجد، جس سے آگے کوئی ایسی مسجد نہیں جو کسی نبی نے بنائی ہو) تک لے گیا۔

مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جس کو ہم نے بہت سے ظاہری اور باطنی برکات سے گھیر رکھا ہے۔ مادی طور پر تو اس طرح کہ وہاں چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی افراط ہے۔ اور روحانی اعتبار سے اس طرح کہ بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے اور وہ تبلیغ توحید سے لوگوں کو وفات تک سرفراز فرماتے رہے۔ اور ہم نے اپنے اس خاص بندے کو یہ سیر اسلئے کرائی تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھائیں۔ اور حقیقت تو یہی ہے کہ سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آیت مراج: إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى عَلَيْهِ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مَرَّةٍ فَاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأَقْفُى الْأَعْلَى ثُمَّ دَنَّا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسِينِ أَوْ أَذْنِ فَاؤْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا آوَحَى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى أَفَتُمَارِوَهُ عَلَى إِيَّاى۔ (نجم: ۱۲۳۲)

یعنی یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا طاقت و فرشتہ آکر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو و تناوٰ فتاً تعلیم دیتا ہے وہ فرشتہ خود اپنے اکتساب سے اتنا طاقت و رہ نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو پیدا کی طور پر اتنا طاقت و رہ بنایا ہے۔ پھر ایک بار ایسا بھی ہوا کہ وہ فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آکر حضرت محمد ﷺ کے روپ و شمودار ہو گیا جس کی حالت یہ تھی کہ وہ فرشتہ آسان کے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ فرشتہ نیچے لٹک کر آپ کے قریب آیا، اور قریب بھی اس قدر کہ اس فرشتہ اور حضرت محمد رسول ﷺ کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، بلکہ اس سے بھی کم۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کے ذریعے ہی اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل فرمائی جس قدر بھی وحی نازل کرنا ہوتی ہے۔ دل نے دیکھی ہوئی چیز میں ذرا غلطی نہیں کی۔ تو اے مکہ والو! کیا تم حضرت محمد ﷺ سے ان کی دیکھی بھائی ہوئی چیز کے بارے میں جھگڑتے ہو۔

وَلَقَدْ رَأَهُ نَزْلَةً أُخْرَى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى عِنْدَ هَا جَنَّةَ الْمَأْوَى إِذْ يَغْشِي السِّدْرَةَ
مَا يَغْشِي مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا ظَلَغَ الْقَدْرَ اِرْبَيْهُ الْكُبْرَى۔ (بِحُمَّٰ ۱۳)

یعنی میں اپنی ذاتِ کبریائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی اس کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہی (پرلی حد کی بیری) کے پاس دیکھا ہے۔ جس کے قریب جنة المأوى (آرام سے رہنے کی جگہ بہشت ہے، جہاں انبیاء کرام علیہم السلام و صدیقین و شہداء و صاحبوں کی ارواح طیبہ اور ملائکہ مقربین رہتے ہیں۔ جب اس سدرۃ المنتہی پر چھار ہاتھا جو کچھ چھار ہاتھا یعنی اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات اور فرشتوں کی کثرت و ہجوم اور اس درخت کی بہار و رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں اسے بیان کر سکے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نگاہ ان عجائب کی طرف نظر کرنے سے نہ ہٹی۔ اور جن چیزوں کے دیکھنے کا حکم نہ تھا، ان کی طرف دیکھنے کو آپ کی نظر نہ بڑھی۔ اس وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

اس موقع پر شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھائی جائے اسے نہ دیکھنا اور جونہ دکھائی جائے اس کو تاکنادوں عیب ہیں اور آپ ان دونوں سے پاک تھے۔

اسراء و مراجع کے بارے میں اہل السنۃ کا راجح عقیدہ:

اسراء و مراجع کے متعلق تمام اہل السنۃ و اجماع (اشعریہ، ماتریدیہ، حنابلہ و ظاہریہ) کا قرآن مجید اور سنت متواترہ اور اجماع امت محمدیہ (علی صاحبہا الف صلوٰۃ و تجیہ) و ادلهٗ مُحکمہ شرعیہ کی رو سے یہ ٹھوں، مضبوط اور راجح عقیدہ ہے کہ یہ اسراء و مراجع دونوں ہی برحق ہیں۔ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہ ذات خوبہ نفس نفیس یعنی اپنے جسد خاکی و عضری اور روح کے ساتھ عالم بیداری میں (نہ کہ خواب میں) خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) سے مسجد القصی (بیت المقدس) تک، اور پھر بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنشئی تک، جہاں نیچے کی مخلوق کی تنگ دو ختم ہو جاتی ہے اور پھر اس سے اوپر (جہاں تک لے جانے والی ذات کبڑیا عز و جل ہے)۔

حضرت نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ اس سے پہلے کسی فرزند آدم کا وہاں تک قدم نہیں پہنچا تھا اور اثنائے سفر میں آپ نے ان جسمانی و عضری معصوم آنکھوں سے کئی چیزوں کا مشاہدہ فرمایا۔ مثلاً خطکار، زانیوں، ڈاکوؤں، شرابیوں، قاتلوں، بے عمل خطبیوں، سودخوروں، غیبت کرنے والوں، مشرکوں اور کافروں وغیرہ کے ساتھ جو کچھ بیت رہی ہے ان سب کا مشاہدہ فرمایا۔ جنت، جہنم اور عالم مثال کا اپنی سر کی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا۔ اور ان ان چیزوں کا مشاہدہ بھی فرمایا جو مقرب ملائکہ کی حد نظر سے باہر رہی تھیں۔ اور درمیان میں حضرت جبرائیلؑ اور دیگر کسی فرشتے کے واسطے کے بغیر بالمشافہ اور آمنے سامنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالہ فرمایا اور دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔ پھر واپسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کے لئے پیچگانہ نمازوں کا مخصوص تحفہ ہمراہ لائے، جو کہ اس امت کے لئے انتہائی مفید اور باعث نجات ہے۔

اہل السنۃ و اجماعت کے اس عقیدہ حقہ صحیح و راستہ کی اساس و بنیاد قرآن مجید کی مندرجہ بالا صریح آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ صریحہ و متواترہ ہیں جنہیں ہماری یادداشت اور معلومات کے مطابق چوالیس صحابہ کرامؐ کی جماعت عظیمہ و کثیرہ نے روایت فرمایا ہے، جیسا کہ مفسرین کرامؐ نے متعدد مقامات پر تصریح فرمائی ہے۔

واقعہ اسراء و محراج بیان کرنے والے صحابہ گرام

- (۱) امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ
- (۲) امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ
- (۳) امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ
- (۴) سیدنا عباس بن عبدالمطلب
- (۵) سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ
- (۶) سیدنا عبد اللہ بن زیرؓ
- (۷) سیدنا عبد اللہ بن ابی اویؓ
- (۸) سیدنا عبد اللہ بن اسحاق زرارةؓ
- (۹) سیدنا عبد اللہ بن عاصیؓ
- (۱۰) سیدنا عبد اللہ بن اسحاق زرارةؓ
- (۱۱) سیدنا عبد اللہ بن ابی اویؓ
- (۱۲) سیدنا عبد الرحمن بن قرطؓ
- (۱۳) سیدنا عبد الرحمن بن عاصیؓ
- (۱۴) سیدنا ابی امامۃ الباھلیؓ
- (۱۵) سیدنا ابو الحسن جعفر عسکریؓ
- (۱۶) سیدنا ابو جہبؓ
- (۱۷) سیدنا ابو ذر عفاریؓ
- (۱۸) سیدنا ابوالعمرانؓ
- (۱۹) سیدنا ابو سفیان صخر بن حربؓ
- (۲۰) سیدنا ابو سعید خدریؓ
- (۲۱) سیدنا ابو هریرہؓ
- (۲۲) سیدنا ابو میلیٰ انصاریؓ
- (۲۳) سیدنا ابو مسلمؓ
- (۲۴) سیدنا ابو الدرداءؓ
- (۲۵) سیدنا ابو ہریرہؓ
- (۲۶) سیدنا نبیل بن سعدؓ
- (۲۷) سیدنا نبیل بن حمامةؓ
- (۲۸) سیدنا انس بن مالکؓ
- (۲۹) سیدنا انس بن زیدؓ
- (۳۰) سیدنا جابر بن عبد اللہؓ
- (۳۱) سیدنا خذلیفۃ بن الیمانؓ
- (۳۲) سیدنا سمرة بن الجندبؓ
- (۳۳) سیدنا سہل بن سعدؓ
- (۳۴) سیدنا شداد بن اوسؓ
- (۳۵) سیدنا مالک بن صعصعہؓ
- (۳۶) سیدنا مالک بن صالحؓ

- (۳۹) سیدنا عیاض[ؓ]
- (۴۰) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقۃ[ؓ]
- (۴۱) بنت علی سیدہ ام کلثوم[ؓ]
- (۴۲) ام المومنین سیدہ ام سلمہ[ؓ]
- (۴۳) سیدہ اسماء بنت ابی بکر الصدیق[ؓ]
- (۴۴) سیدہ ام ہلی بنت عبد مناف (ابی طالب)

رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین

ان اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑے بڑے حفاظت حدیث، خاطبین، متنقین، اور مجتہدین یہ واقعہ روایت کرتے ہیں جو حد تواتر کو پہنچتا ہے۔ مثلاً: (۱) حضرت عبد الرحمن بن جبیر[ؓ] (۲) حضرت فتاویٰ[ؓ] (۳) حضرت سلیمان تیسی[ؓ] (۴) حضرت علی بن زید[ؓ] (۵) حضرت ثابت بنی[ؓ] (۶) حضرت شریک بن عبد اللہ[ؓ] (۷) حضرت ابو عمران جوئی[ؓ] (۸) حضرت یزید بن مالک[ؓ] (۹) حضرت عبد الرحمن بن ہاشم[ؓ] (۱۰) حضرت ابوالعالیہ[ؓ] (۱۱) حضرت عکرمہ[ؓ] (۱۲) حضرت سعید بن جبیر[ؓ] (۱۳) حضرت ابو وهب "مولی ابی ہریرہ"[ؓ] (۱۴) حضرت علقہ[ؓ] (۱۵) حضرت مرہ محمد ابی[ؓ] (۱۶) حضرت موثر بن غفار[ؓ] (۱۷) حضرت محمد بن مسلم بن شہاب الزہری[ؓ] (۱۸) حضرت محمد بن حنفیہ[ؓ] (۱۹) حضرت یزید بن علی[ؓ] (۲۰) حضرت عروہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین جیسا کہ کتب صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث و سیر مثلاً اخصالص الکبری للسیوطی راجح اصل ۱۵۲ الشفاء للقاضی عیاض: ۸۶، ۱۹۱، ۳۱، نووی شرح مسلم ج ۱ اور تفسیر ابن جبیر وغیرہ میں مذکور ہے۔

معراج و اسراء کے مع زوج و جسد پر علماء کے اقوال

حضرت علامہ ابن قیم[ؓ] نے زاد المعارف ۱/۳۰۲ میں تحریر فرمایا: ثم اسرى برسول الله ﷺ بجسدة (وروحه) على الصحيح پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت رسول اللہ ﷺ کورات کے تھوڑے سے وقت میں مع جسد وروح مبارکہ کے سیر کرائی گئی اور یہی مذہب صحیح ہے اور صرف روحاںی معراج کا قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت علامہ ابوالبقاء، عکرمہ[ؓ] نے کلیات ۲۶۱ میں تحریر فرمایا ہے: اسریٰ بعيدہ فيه اشارۃ الى العروج بالبدن والروح معاً لان العبد اسم للجمیع۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

اسری بعدہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی مع الروح کی طرف اشارہ ہے۔
کیونکہ ”عبد“ مجموعہ جسد مع الروح کا نام ہے۔

حضرت علامہ ابن کثیرؒ مفسر و مورخ نے اپنی تفسیر ۳/۲۲ میں تحریر فرمایا ہے: اجمع علیہ المسیلون واعرض عنه الزنادقة ملحدوں یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کی جسمانی معراج کے عقیدہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے البتہ بے دین زندیقوں اور ملحدوں نے اس عقیدہ کو مانے سے انکار اور رُزو گردانی کی۔

معراج جسمانی کی تائیدات:

علماء حق نے حضرت نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی کے اس متفق علیہا و مجمع علیہا عقیدہ کی تائیدات میں کئی چیزیں بیان فرمائی ہیں، جن کے بغور مطالعہ سے تمام شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس عجیب و غریب واقعہ کو جس اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے اس سے خود اس واقعہ کا عجیب و غریب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سوق نظم اس انداز میں فرمائی سبّحُنَ الدِّيْنِ اسری۔ اور عرب کے محاورہ میں بجان کا لفظ تنزیہ اور تعجب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو لے جانا بھی واقعی ایک اچھوتا اور عجیب و غریب واقعہ تھا جو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمه و کاملہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد لنزیہ من آیاتنا فرمाकر دیگر زمینی و آسمانی عجائب کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ عرف میں آیات کا لفظ جو عظمت و کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ زمینی اور آسمانی ہر دو کو شامل ہے، کیونکہ آیات سماویہ (آسمانی) جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ بھی قیام پذیر ہیں اور دیگر مقرب مخلوق کا مسکن بھی وہی ہے، ہر حال اور ہر صورت میں زمینی آیات سے نہایت ہی اعظم اور اکمل ہیں۔ ہر حال بالفرض والتقدير اگر یہ معراج عالم خواب میں ہوتا یا محض روحانی طور پر ہوتا تو یہ کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی۔ اور پھر اس صورت میں کلام اللہ کے اندر فصاحت و بلا غلط نہ رہتی جو ایک بہت ہی بڑا نقش ہے۔ اور یہ بات تو مسلم ہے کہ کلام الہی ہر قسم کے عجیب و نقش سے منزہ، مبررا اور پاک ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اسریٰ بعدہ فرمایا ہے اور اسریٰ کی مصدر اسراء ہے، جو لغتِ عرب میں
بحالتِ بیدار رات کے سفر پر بولا جاتا ہے۔ خواب میں چلنے پر یا کشف کی حالت میں چلنے پر لفظ اسراء کا اطلاق
واستعمال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوٹ علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعے فرمایا:
فَأَسْرَ بِهِ الْمَلَكُ بِقْطَعٍ مِّنَ الْلَّيْلِ (۱۱:۸۱) یعنی صبح سویرے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے
والا ہے، اس لیے جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو آپ اپنے متعلقین و متعین کو لے کر یہاں سے
تشریف لے چلیے۔ نیز ۱۵:۶۵ میں بھی اسی طرح ہے۔

اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکل جانے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا: وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اسْرِ بِعِبَادِي (۷۰:۷) کہ مجھے اپنی جلالت کی قسم ہے کہ ہم نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے بندوں یعنی تمام بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر
راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔ نیز فرمایا: وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اسْرِ بِعِبَادِي (۵۲:۵۲) نیز فرمایا:
فَأَسْرَ بِعِبَادِي لِلِّيلٍ (۲۳:۲۳) اسی محاروہ عرب کو دیکھ کر جس کی تائید قرآن مجید کے فصح و بلطف کلام میں
بھی موجود ہے، حضرت امام حافظ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ القاضی الحصیبیؒ (متوفی ۵۲۳) نے اپنی مشہور
کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیؑ میں تحریر فرمایا ہے فلا یقال فی النوم اسریٰ یعنی
نیند کی حالت میں رات کے سفر کو اسریٰ (اسراء) نہیں کہتے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: لِنَرِيهِ مِنْ أَيَّاتِنَا (اسراء: ۱) تاکہ ہم اپنے اس مقرب ترین
بندے کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھائیں، فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (نجم: ۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے
بندے کی طرف حکم بھیجا جو بھی بھیجا۔ مازاغ البصر و مَا طغَىٰ (نجم تا ۱) یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا
پورے تمکن و اتقان سے دیکھا، نہ نگاہ تر چھپی و ٹیڑھی ہو کر دیکھیں باسیں ہٹیں نہ مُبَصِّر سے تجاوز کر کے آگے
بڑھی۔ بس اسی چیز پر جبی رہی جس کا دکھانا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا لقدرای من ایات ربہ الکبریٰ
(۱۸:۵۳) پیشک اس مقرب ترین بندے (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) نے اپنے رب کے بڑے بڑے

نشانات میں سے کچھ نشان دیکھے اور اس قسم کی دوسری آیات قرآنیہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو عالم بیداری ہی میں اسراء ہوا۔

(۲) اگر بالفرض والتقدير یہ واقعہ اسراء و معراج خواب کا ہوتا، یا محسن روحانی طور پر ہی اسراء و معراج کرایا گیا ہوتا تو معاندین و مخالفین کی تکذیب کے موقع پر جب کہ انہوں نے مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس اور اپنے قافلے کے متعلق مختلف نوعیت کے سوالات کیے تو حضرت نبی کریم ﷺ ان کو بڑی سہولت سے جواب دے سکتے تھے کہ میں نے یہ دعویٰ کہ کیا ہے کہ میں نے بیداری کے عالم میں ان مقامات کی سیر کی ہے، یہ تو ایک خواب کا واقعہ ہے جو میں نے بیان کیا ہے، اس میں حیرانگی اور چنబے کی کیا بات ہے۔ بہر حال اگر معراج و اسراء کا یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو حضرت نبی کریم ﷺ بیت المقدس کی بنیت اور کیفیت کے بیان کرنے کے متعلق فکر مندو و متفرکرنہ ہوتے۔

(۳) اگر بالفرض والتقدير اسراء و معراج کا یہ واقعہ روحانی یا خواب کا ہوتا تو کفار ان علمات کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ سے ہرگز نہ پوچھتے، کفار و مشرکین آپ کی باشیں سن کر یہی سمجھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خواب کی یا محسن روحانی بات نہیں فرمادے بلکہ آپ تورات کے قلیل عرصہ میں بحالت بیداری اپنے ساتھ پیش آنے والی سرگزشت کا ذکر فرمادے ہیں۔ تبھی تو انہوں نے سوالات کی بھرمار کر دی۔

(۴) حضرت نبی کریم ﷺ جب مشرکین مکہ کے سامنے اپنے اسراء و معراج کا واقعہ بیان فرمائچے تو اس کے بعد فرمایا: إِنَّصَرَفْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ قَبْلَ الصَّبْعِ بِكَةً يعنی میں واپس لوٹا اور صبح سے پہلے ہی مکہ مکرہ میں آگیا۔ اب اگر یہ واقعہ خواب کا یا محسن روحانی سیر کا ہوتا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کبھی اس طرح بیان نہ فرماتے کہ میں صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ گیا۔ بلکہ فرماتے کہ پھر میری آنکھ کھل گئی وغیرہ۔

(۵) مشکرین مکہ نے یہ واقعہ سن کر تجھ کاظھار کرتے ہوئے کہا: ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَيْنَ الظَّهَرِينَا۔ ہیں! بڑی دور از عقل اور تجھ کی بات ہے کہ اے محمد! آپ رات کو تو مکہ میں تھے، پھر بیت المقدس میں راتوں رات پہنچ گئے اور پھر صبح ہوتے ہی مکہ میں واپس بھی آگئے؟ حالانکہ مکہ مکرہ سے بیت المقدس تک

یک طرفہ سفر ایک ماہ میں ہوتا ہے، اس طرح آنے جانے میں دو ماہ لگتے ہیں۔ تو گویا آپ نے محض ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں دو ماہ کا سفر طے کر لیا۔ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو ان کفار کے اعتراض پر حضرت نبی کریم ﷺ صاف فرمادیتے کہ اس میں جیران ہونے یا تجہب کی کیا بات ہے، یہ واقعہ تو خواب کا ہے اور خواب میں تو آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے، جب آنکھ کھلتی ہے تو پھر وہیں بسترپر ہوتا ہے۔

(۸) مشرکین مکہ نے جب حضرت نبی کریم ﷺ کی معصوم و محفوظ زبان مبارک سے اسراء و معراج کا یہ واقعہ سنا تو بطور استحباب و تکذیب کے تالیں بجا گئیں اور بعض کفار نے تمعاذ اللہ آپ کو دیوانہ سمجھتے ہوئے ہوش میں آنے کی تنبیہ کے طور پر آپ کے سر مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ اب اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو یہ بد بخت کفار حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس قسم کی نازیباونا شائستہ حرکت کیوں کرتے۔

(۹) کفار نے حضرت نبی کریم ﷺ کی معصوم و محفوظ زبان مبارک سے اسراء و معراج کا یہ واقعہ سن کر ان کے گھرے دوست سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے سامنے بیان کیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی معصوم زبان مبارک سے اسی طرح بیان فرمایا ہے تو میرا اس پر ایمان ہے۔ اور میں جان ول سے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ تب ان کفار نے امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی یہ بات سن کر بہت ہی زیادہ تعجب کا افہار کیا۔ اب اگر یہ واقعہ خواب کا ہی ہوتا تو سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تصدیق پر کفار کے اظہار تعجب کا کیا مطلب تھا۔

(۱۰) معاند و مخالف کفار کی پوچھ گچھ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بیت المقدس کا ٹھیک ٹھیک نقشہ حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے ظاہر فرمادیا اور جو جو سوال کفار کرتے ہوئے اس نقشہ کو دیکھ دیکھ کر حضرت نبی کریم ﷺ اس کا جواب دیتے رہے یہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ واقعہ بیداری ہی کا تھا، خواب کشف اور حضن روحانی نہ تھا، جیسا کہ متینی پنجاب مرزا غلام احمد قادریانی اور اس کے چیلیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ لعنت اللہ علیہم۔

(۱۱) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات دنیوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ہو گیا تھا کہ معراج کی رات حضرت رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دید اپنی سر کی آنکھوں سے فرمایا ہے دل کی آنکھوں سے۔ سابقہ امور کی طرح اس سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ تمام صحابہ کرامؐ اجمعین کا اس بات پر اتفاق تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اپنے جسم عصری کے ساتھ من الروح معراج ہوا۔

(۱۲) یہ مجزہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ حضرت صالحؐ کا خاص مجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھر کی ایک چٹان سے بیاضی ہوئی اور نٹی کو ظاہر فرمادیا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص مجزہ تھا کہ جب آپ نے اپنی لامبی کوز میں پرڈا لاتوہ ایک پھنکار تاہو اڑو حصہ بن گیا۔ اسی طرح آپ اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر جب نکلتے تو وہ چکنے لگتا اور اس کا رنگ بے عیب سفید ہوتا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص مجزہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اگر کسی مردہ کو کہتے کہ باذن اللہ زندہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتے۔ یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کسی معمولی چیز کو مجزہ نہیں کہا جاتا، کیونکہ مجزہ تو اس خلاف عادت چیز کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی نبی یا رسول کے ہاتھوں ظاہر فرماتا ہے۔ اور خارق عادت یا خلاف عادت چیز وہی ہو سکتی ہے جو عالم بیداری میں اور جاگتے ہوئے عمل میں آئے ورنہ خواب میں تو خوارق عادت کام ہر شخص سے ہوا کرتے ہیں، جسے مجزہ یا کرامت کا نام نہیں دیا جاتا۔ اور جو لوگ اسراء و معراج کو محسوس دھانی یا خواب کا واقعہ سمجھتے ہیں وہ گویا مجزات انبیاء اور کرامات اولیاءؐ کے مکنر ہیں، اور یہ دونوں برق ہیں، ان کا مکنر اہل سنت سے خارج ہے اور اسراء کا مکنر تو سرے سے کافر ہے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّوْيَا الْقِيَارِينَكُ الْاِفْتِنَةَ لِلنَّاسِ (اسراء: ۶۰) مفسرین عظام نے اس آیت کریمہ کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک مفہوم تو وہ ہے جو مشہور عام ہے کہ معراج النبی ﷺ کی اس رات کے مشاہدہ اور نظارہ کے بیان کو ہم نے لوگوں کے جانچنے اور آزمائش کا معیار بنایا ہے، سچوں نے تو سن کر مان لیا اور کچوں نے اسے جھوٹ جانتا۔ اور دوسرا مفہوم جو بعض مفسرین بیان کرتے ہیں

کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے نہیں بلکہ اور کسی واقعہ سے متعلق ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ جمہور مفسرین نے اس آیت کو معراج کے واقعہ سے متعلق ہی قرار دیا ہے۔ بہر حال معراج و اسراء کا یہ واقعہ عالم بیداری کا تھا، عالم خواب کا نہ تھا۔ کیونکہ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس میں آزمائش کی کوئی بات تھی اور اس واقعہ پر ایمان لانا کو ناممکن کام تھا۔

خواب میں تو کئی لوگ اپنے آپ کو اڑتا ہوا بھی دیکھتے ہیں، اپنے گھر میں بستر استراحت پر آرام سے سونے والا آدمی بعض اوقات خواب میں خود کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے، صفا و مردہ کی سُنی، میدانِ عرفات میں وقوف، رمی جمار اور قربانی کرتے ہوئے دیکھتا ہے، کبھی تلبیہ و تکبیرات تشریق کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور کبھی خود کو مدینہ منورہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے روپہ اطہر کی زیارت کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور کبھی لندن، فرانس، روس، جرمن، چین، امریکہ اور دیگر مختلف ممالک میں سیر و سیاحت کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے اس خواب کا تذکرہ اپنے کسی دوست وغیرہ سے کرتا ہے تو کوئی بھی اس کا یہ خواب سن کر تعجب اور حیرانگی کا اظہار نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اس کے اس خواب کا انکار کرتا ہے۔

(۱۲) محاورہ عام کی بنابر کلام کافطری قادر یہ ہے کہ جب تک متكلم اپنے کلام میں یہ واضح نہ کر دے کہ میرا یہ واقعہ خواب کا تھا، تب تک ہر سنتے والا طبعی طور پر یہی سمجھتا ہے کہ یہ واقعہ بیداری کی حالت کا ہے۔
(ماہنامہ عارفین دسمبر 1993ء)

علم کا مقصود اصلی

علم بذات خود مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود رضائے اللہی، نصرت دین اور خدمت اسلام ہے اور علم بغیر عمل کے بے کار غیر مفید ہے، بلکہ بسا اوقات مضر ہوتا ہے، زہر قاتل، وہاں جان اور ضیاع آخرت ہے، علماء کے طبقہ میں جو لوگ اس برے مرض میں بنتا ہو جاتے ہیں ان سے دین کو زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ علمائے سوے کی غلط کاریوں سے دین اسلام کو بچائے۔

موت کی پیشی

عبداللہ فارانی

دونوں لشکر آمنے سامنے تھے، زبردست معرکہ درپیش تھا، تلواریں چمک رہی تھیں، نیزے اور بھالے بھلی کی تیزی سے ادھر سے ادھر آرپاڑ ہو رہے تھے، ایسے میں کافروں کے لشکر سے بسوں کا ایک نامی گرامی جنگ جو عاصم بن ابی عوف چلاتا ہوا آگے آیا۔ یہ شخص بہت ڈیل ڈول والا اور خوف ناک چہرے والا تھا، اس میں درندگی تھی، غیظ و غضب تھا، منہ سے جھاگ اڑاتا ہوا، غرور سے لمبیز لبجھ میں بولا:

”اے قریش کے گروہ! اس شخص سے ہر گز ہاتھ نہ روکنا جو قبیلوں میں پھوٹ ڈالنے والا ہے، آج میں اسے مارڈا لوں گا یا خود اپنی جان دے دوں گا۔“

اس بدجنت کا اشارہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف تھا اور یہ میدان تھا بدر کا۔ مسلمانوں کی مشرکوں سے پہلی اہم ترین جنگ ہو رہی تھی۔ ۳۱۳ مسلمان جن کے پاس ساز و سماں بھی نہ ہونے کے برابر تھا، ایک ہزار کفار سے لڑ رہے تھے۔ کفار ہر طرح کے ساز و سماں سے لیس تھے۔ ایسے میں اس بدجنت نے یہ الفاظ کہے۔

اس کے الفاظ میں کر لشکر اسلام کی صفوں میں سے ایک صاحب نکلے۔ ان کے سر پر سرخ رنگ کی ایک پٹی بندھی تھی۔ یہ تیزی سے عاصم بن ابی عوف کی طرف جھیٹے۔ قد و قامت کے لحاظ سے ان کا عاصم بن ابی عوف سے کوئی مقابلہ نہیں تھا، بازوں میں طاقت تھی۔ یہ بھی بھلی کی تیزی سے عاصم بن ابی عوف پر حملہ آور ہوئے، تلوار کا بھر پورا وار کیا اور ایک ہی وار میں اسے خون میں نہلا دیا، ادھر وہ گرا، ادھر ایک مشرک تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔ یہ معبد بن وہب کلبی تھا، اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس نے بھی ان پر وار کیا۔ یہ فوراً دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، اس طرح معبد کا وار خالی گیا۔ اب انہوں نے اس پر پے درپے کئی وار کیے، لیکن کوئی وار کار گرنہ ہوسکا، تاہم ان کے تابڑ توڑ جملے نے اس پر بوکھلا ہٹ طاری کر دی، حواس باختہ ہو کر بھاگا اور

ایک گڑھے میں چھلانگ لگادی۔ انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور خود بھی گڑھے میں کو دگئے، اس سے پہلے کہ وہ اپنا بچاؤ کرتا، انہوں نے اسے دبوچ لیا اور ذبح کر دیا۔

معمر کہ بدر میں اس انداز سے شجاعت دکھانے والے یہ صحابی حضرت سماک رضی اللہ عنہ تھے، لیکن اس نام سے انہیں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور ان کی کنیت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ تھی۔ سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ خزر ج کے خاندان ساعدہ سے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ خاندان اہم حیثیت والا تھا۔ خزر ج کے رئیس سعد بن عبادہ بھی اسی خاندان سے تھے، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے پچازاد تھے۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا شمار مدینہ منورہ کے جانبازوں میں ہوتا ہے۔ ابھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمائیں سعد بن عبادہ کا ذکر کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف نہیں لائے تھے کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے یہ رحلہ کے کچھ لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر سنا، ذکر سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ ان کے ایمان لانے کی ایک الگ شان ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، آپ فدائی بن گئے۔ آپ کے قریب رہنے اور جاں ثاری کو اپنی زندگی سمجھ لیا۔

آپ میدانِ کارزار کے شہ سوار تھے۔ تلوار چلانے میں حد درجے ماہر تھے۔ غزوات کا سلسہ شروع ہوا تو یہ ہر مرکہ میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری اور جرأت کی دھاک بٹھادی۔ ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ لڑائی کے لیے نکلتے تو سر پر سرخ کپڑے کی ایک پٹی لپیٹ لیتے تھے۔ غزوہ بدر کے دن انہوں نے قریش کے چار نامور بہادروں کو ٹھکانے لگایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ربیعہ بن اسد، ابو مسافع اشعری، عاصم بن ابی عوف، معبد بن ابی وہب کلبی ان چار کے علاوہ بہت سوں کو زخمی کیا۔ اس طرح اصحاب بدر میں انہیں خاص مقام حاصل ہوا۔

سہجری میں غزوہ احمد پیش آیا۔ آپ نے اس لڑائی میں بھی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس طرح یوم احمد کے خاص بہادروں میں شمار ہوئے، اس روز رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا:

”یہ تلوار کون لے گا۔“

سب لوگ شوق کے عالم میں آپ کی طرف دیکھنے لگے، گویا ہر ایک خواہش محسوس کر رہا تھا کہ یہ تلوار اسے ملے، اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

”اس تلوار کا حقن کون ادا کرے گا؟“

آپ کا یہ ارشاد سن کر سب لوگ ٹھنک گئے، ایسے میں حضرت ابو دجانہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:
”اے اللہ کے رسول! اس تلوار کا حقن میں ادا کروں گا۔“

آپ نے تلوار نہیں عطا فرمادی۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا زبیرؓ نے بھی تلوار لینے کی خواہش کی تھی، لیکن آپ نے انہیں نہیں دی۔ جب ابو دجانہؓ نے کہا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا، تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اس تلوار سے کسی مسلمان کو نہ مارنا اور اس کو لے کر کسی کافر سے مقابلے میں منہ نہ موڑنا۔“ یعنی یہ تھا اس تلوار کا حقن کہ کسی کافر کے مقابلے میں پیچھے نہ ہٹا جائے۔ ابو دجانہؓ نے تلوار لینے کے بعد اپنی عادت کے مطابق سر پر سرخ پٹی باندھ لی۔ یہ دیکھ کر انصار بول اٹھے:
”ابو دجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے“

وہ جب بھی یہ پٹی باندھتے تھے، انصار بھی کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد ابو دجانہؓ نے اشعاد پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:
”میں وہ ہوں جس سے میرے خلیل نے عہد لیا ہے اس حال میں کہ ہم لوگ پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب ہیں۔“

یہ کہ میں زندگی میں آخری صفت میں نہ کھڑا ہوں گا، اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے لڑتا ہی رہوں گا۔“

یہ اشعار پڑھے اور شیر کی طرح دشمن پر ثوٹ پڑے، جو شخص سامنے آتا گیا، وہ توار سے اسے مرا چکھاتے گئے۔ حضرت کعب انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ احد کے دن دیکھا کہ مشرکین کا ایک زبردست جنگجو مسلمانوں پر بڑھ بڑھ کر جملے کر رہا تھا، وہ سر سے لے کر پیر تک زرہ پوش تھا اور ہر قسم کے اسلحے سے لیس تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے بلند آواز میں کہہ رہا تھا:

ان مسلمانوں کو گھیر کر بکریوں کے رویوں کی طرح ایک جگہ جمع کر دو۔

ایسے میں یا کیک زرہ پوش تیر کی طرح اس پر جھپٹا۔ مشرک اپنے قد و قامت کے لحاظ سے اور اسلحے کے اعتبار سے مسلمان زرہ پوش سے بہت زیادہ تھا، لیکن مسلمان مجاہد نے مشرک کے قریب پہنچ کر اس کے کندھے پر ایسی توار ماری کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ اس وقت میں اس مسلمان جنگ جو کے پیچھے تھا۔ مشرک کو جنم میں پہنچانے کے بعد اس نے آہنی خود اٹھایا اور مجھ سے بولا:

“کعب! تم دیکھ رہے ہو، میں ابو دجانہ ہوں۔”

حضرت زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں کہ ابو دجانہ اسی طرح لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، وہ چند مشرک عورتوں تک پہنچ گئے، وہ اپنے جنگ جوؤں کو جوش دلانے کے لیے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ یہ آگے بڑھے اور اپنی توار ایک عورت کی گردان پر رکھ دی، وہ چلانا اور اپنے مددگاروں کو آوازیں دینے لگی، لیکن وہاں تو کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، کون اس کی مدد کو آتا، جب ابو دجانہ نے دیکھا کہ اس کی مدد کے لیے کوئی نہیں آ رہا ہے تو انہوں نے توار عورت کی گردان سے ہٹالی۔

بعد میں میری ملاقات ابو دجانہ سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا:

“ابو دجانہ! تو نے اس عورت کو قتل کیوں نہیں کیا تھا۔”

انہوں نے جواب دیا:

“مجھے اس بات سے شرم اور کراہت محسوس ہوئی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی توار سے ایک عورت کو قتل کروں، عورت بھی وہ کہ جس کی پکار پر کوئی اس کی مدد کو نہ پہنچا۔”

حضرت زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اس توار کا حق کون ادا کرے گا تو سب سے پہلے میں اٹھا تھا، لیکن نبی ﷺ نے توار حضرت ابو دجانہ کو دے دی۔ اس وقت میرے دل میں کچھ جذبات سے ابھرے کہ سب سے پہلے میں توار لینے کے لیے اٹھا تھا، لیکن آپ نے مجھے تو دی نہیں اور ابو دجانہ کو دے دی، سوچا، دیکھوں! ابو دجانہ اس توار سے کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد جب میں نے میدان جنگ میں ابو دجانہ کے کارنا مے دیکھے تو میں پر سکون ہو گیا اور بے ساختہ میری زبان سے لکھا: ”بے شک اللہ اور اللہ کے رسول بہتر جانتے ہیں“

غزوہ احد میں کئی بڑے بہادر ان کے ہاتھوں مارے گئے، موئین نے خاص طور پر عبد اللہ بن حمید بن زہیر اور عبید بن حاجز عامری کے نام لکھے ہیں۔ اور جب ایک اتفاق غلطی سے جنگ کا پانسہ پلانا تو حضرت ابو دجانہؓ، چند دوسرے ثابت قدم مہاجرین اور انصار چنان بن کر آپ ﷺ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ شروع سے آخر تک آپ کی ڈھال بن رہے۔ دشمن کے جو آدمی آپ کی طرف بڑھتے، ابو دجانہ کی توار ان کی طرف لپکتی اور اسے کاٹ کر رکھ دیتی۔ اس روز انہوں نے خود زخم پر زخم کھائے، لیکن دشمن کو آپ کے نزدیک نہ پہنچنے دیا۔ جب مشرکین پسپا ہو گئے تو ابو دجانہ کے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں زخم نہ آیا ہو۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شجاعت اور ثابت قدمی سے بہت خوش ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابو دجانہ خوب ٹڑے۔“

بدر اور احد کے بعد دوسرے تمام غزوات میں حضرت ابو دجانہؓ نے شرکت کی اور بے مثال شجاعت دکھائی۔ غزوہ ہنوفییر میں حضور ﷺ نے خود اپنے حصے میں سے انہیں حصہ دیا۔

۱۱) ہجری میں رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرمائے اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بن، تو مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لیے لشکر بھیجا گیا۔ لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ اس جنگ میں بھی ابو دجانہؓ بڑے جوش اور جذبے سے ٹڑے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ کافر میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسیلمہ اور اس کا لشکر ایک باغ میں داخل ہو گیا۔ باغ قلعہ نما تھا، اس کا پھانک بند کر لیا گیا۔ اب مسلمان اس باغ کے باہر اور

کافر اندر تھے۔ مسلمان باہر سے حملہ کرتے رہے، لیکن کچھ نہ بنا۔ باغ کی دیواروں سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس بارش کی وجہ سے مسلمان پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آخر ابو دجانہؓ مردانہ وار آگے بڑھے اور دیوار پھلانگ کر اندر جا پہنچے، ان کے ساتھ ایک دوسرے صحابی حضرت براء بن مالکؓ عجیب طریقے سے باغ کے اندر جا گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے درخواست کی کہ انہیں ہاتھوں اور پیروں سے پکڑ کر جھولادینا شروع کریں، جھولادینے والے دیوار کی طرف اچھال دیں۔ ساتھیوں نے ایسا ہی کیا، اس طرح یہ دیوار کے اوپر سے ہوتے ہوئے دوسری طرف جا گئے، دونوں نے اٹھتے ہی کافروں سے لڑائی شروع کر دی اور لڑتے ہوئے پھانک کی طرف بڑھنے لگے۔ کافروں نے پورا زور لگایا کہ انہیں پھانک کی طرف نہ بڑھنے دیں اور اس سے پہلے ہی انہیں قتل کر دیں، لیکن کافروں کی کوششیں ناکام گئیں، دونوں بہادر پھانک تک پہنچ گئے اور پھر جو نہیں پھانک کھلا، مسلمان فوج اندر آگئی۔ اب باغ میں ایک خون ریز معرکہ شروع ہو گیا۔ ابو دجانہؓ کو ان گنت کافروں نے اپنے زندگی میں لے لیا، اسلام کا یہ جانباز کافروں سے خوب ڈٹ کر لڑا اور انہیں گاجر اور مولیٰ کی طرح کامٹتے ہوئے آخر جام شہادت نوش کر گیا۔ مسیلمہ کے لشکر کو نکست فاش ہوئی اور وہ خود بھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

سیدنا ابو دجانہؓ میں دینی غیرت بہت تھی، ان میں بے مثال شجاعت تھی۔ اپنے دور کے بہادر ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ غزوتِ نبوی ﷺ میں انہیں ایک خاص مقام حاصل تھا۔

آپ نے بھرت نبوی ﷺ سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح وہ انصار کے السابقون الاولون میں شامل ہیں۔ آپ فطری طور پر ایک سرفوش مجاہد تھے، آپ عالم فاضل صحابہ میں بھی شمار ہوتے ہیں، غرض آپ بہت مرتبے والے صحابی تھے۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔

اقامت دین اور اعلاء کلمة اللہ

مولانا مفتی محمد ایاز

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت، آسمانی کتابوں کے نزول اور دین خداوندی کی آمد کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الرِّبِّيْنَ مَا وَظِيْهِ إِنْهَا نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكُمْ وَمَا وَصَيْنَا إِنَّهُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوسَى وَعِيْسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيْهِ ط۔ (ashurی: ۱۳)

”اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع کیا ہے جس کی تاکید اس نے نوحؐ کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیمؐ، موسیؐ اور عیسیؑ کو کی تھی کہ دین کی اقامت کرو اور اس میں متفرق نہ ہو۔“

یعنی انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور دین خداوندی کے نزول کا بنیادی مشایخ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی اقامت کی جائے۔ ”اقامتِ دین“ کا مفہوم کیا ہے؟ اسے جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ قرآن مجید میں لفظ ”اقامت“ کس کس مفہوم میں استعمال ہوا ہے سورہ کہف میں ہے:

فَوَجَدَ افْيَهَا حِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَ فَأَقَامَهُ۔ (کہف: ۷۷)

”تو ان دونوں نے اس (بستی) میں ایک دیوار پائی جو گرنا چاہتی تھی تو انہوں نے اسے قائم کر دیا۔“

آیت میں دیوار کی ”اقامت“ کا مفہوم ہے، اسے گرنے سے بچالینا اور اسے سیدھا کھڑا کر دینا۔

سورہ رحمن میں ہے:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْيُرْبَدَانَ ۝ ۰ (الرحمن: ۹)

”اور انصاف کے ساتھ مٹھیک تلو اور تول میں کمی نہ کرو۔“

یہاں وزن کی ”اقامت“ کا مطلب ہے، مٹھیک مٹھیک توانا۔

سورہ طلاق میں ہے:

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ۔ (الطلاق: ۲)

”اور اللہ کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔“

اس آیت میں شہادت کی اقامت کا مطلب ہے، ٹھیک ٹھیک گواہی دینا۔

سورہ اعراف میں ہے:

وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّاذْعُوا مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ۔ (الاعراف: ۲۹)

”اور ہر سجدے کے وقت اپنارخ سیدھا کرو اور اللہ کو پکارو دین (پرستش و اطاعت) کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔“

یہاں رُخ کی ”اقامت“ کا مطلب ہے، شرک سے بچ کر اللہ کی ٹھیک ٹھیک عبادت۔

سورہ روم میں ہے:

فَآقِمْ وَجْهَكَ لِلَّدِيْنِ حَنِيْفَا۔ (الروم: ۳۰)

”تو اپنارخ سیدھا کرو دین کے لیے یکسو ہو کر۔“

چند آیات کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے۔

فَآقِمْ وَجْهَكَ لِلَّدِيْنِ الْقِيْمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِنْ يَقَدِّمُ عَوْنَ ۝۔ (الروم: ۳۳)

”تو اپنارخ سیدھا کر دین قیم کے لیے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے آنے سے کوئی روک نہ سکے گا، اس دن لوگ منتشر ہو جائیں گے۔“

ان آیات میں دین کے لیے رُخ کی اقامت کا مطلب ہے، ہر طرف سے یکسو ہو استقامت اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی ٹھیک ٹھیک پیروی۔

قرآن مجید” اقامت الصلوة” کا ذکر مختلف انداز سے بہت سے مقامات پر آیا ہے۔ ہم یہاں صرف دو تین آیات نقل کریں گے۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسْقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ۔ (بنی اسرائیل: ۸۷)

”نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے لے کرات کی تاریکی تک اور صبح کے وقت (نماز میں) قرآن پڑھو۔“

سورہ نساء میں ہے:

فَإِذَا أُطْهِرْتُمْ فَاقْبِلُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا۔ (النساء: ۱۰۳)

”تم جب اطمینان و سکون سے ہو جاؤ کہ تو نماز قائم کرو، یقیناً نماز اہل ایمان پر (اللہ کا) فریضہ ہے پابندی وقت کے ساتھ۔“

سورہ نور میں ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الرِّزْكِ وَهُنَّ أَنْصَارٌ۔ (النور: ۳۷)

”یہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد، اقامتِ صلوٰۃ اور ادائیگی، زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔“

ان آیات میں اقامتِ صلوٰۃ یا نماز کی اقامت کا مطلب ہے۔ نماز کی پابندی، اس کا اہتمام اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنا۔

سورہ البقرہ میں ہے:

فَإِنْ خَفْتُمُ الَّآيَقِيمَةَ حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَرَتُ يَهُ طَتِّلُكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ: ۲۲۹)

”تو اگر تمہیں ذر ہو کرو وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان دونوں کے لیے حرج نہیں اس بات میں کہ عورت فدیہ دے (اور خلع کر لے) یہ اللہ کے حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ کی حدود کی اقامت کا مطلب ہے معاشرتی زندگی میں احکامِ الٰہی کا پورا پورا پاس و لحاظ، ان کی پوری پوری تعمیل۔ اور حدود اللہ سے تجاوز کا مطلب احکامِ الٰہی کی دانستہ خلاف ورزی۔

الغرض مومن جس طرح خود اللہ کی اطاعت و بندگی کرنا چاہتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں بھی خدا کا حکم چلے، اس کے گردوپیش رہنے والے سارے انسان اسی کی طرح اللہ کے مخلص بندے بن جائیں، اس کا معاشرہ بُرا ایوں سے یکسر پاک اور نیکیوں سے معمور ہو جائے۔ بالفاظ دیگر اس کے گھر، اس کے معاشرے اور اس کے علاقے میں خدا کی نافرمانی کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب اللہ کا دین اُس کے ملک و طن میں دین غالب کی حیثیت اختیار کر لے، اہل و طن پر اللہ کی مرضی کے سوا کسی کی مرضی نہ چلے اور گھریلو زندگی سے لے کر سیاست و معیشت اور ملکی اور بین الاقوامی امور تک، ہر جگہ اللہ کا قانون نافذ ہو اور معاشرہ کی طرح ریاست کی تشكیل بھی اللہ کے دین کے مطابق ہو۔

اگر ملک میں غیرِ الٰہی قانون نافذ ہو گا تو زندگی کے محضر سے دائرے کو چھوڑ کر جہاں یہ قانون اللہ کی بندگی کی اجازت دے گا اور یہ دائرہ بھی مسلسل سکڑتا ہی رہے گا بقیہ پوری زندگی میں وہ غیرِ الٰہی قانون کی پیروی کے لیے مجبور ہو گا۔ وہ اپنے گھر کے لوگوں کو اللہ کی مرضی کے سانچے میں ڈھال نہ سکے گا کیونکہ ماحول پر کفر، شرک، الحاد اور فتن و فنور کا غلبہ ہو گا۔ وہ اپنے علاقے کو برا ایوں سے پاک نہ کر سکے گا کیونکہ وقت کا قانون انہیں سند جو از دیتا ہو گا۔ وہ شراب خوری کا انسداد نہ کر سکے گا کیونکہ شراب کے کاروبار اور شراب خوری کو وقت کے قانون کی سر پرستی حاصل ہو گی۔ وہ شواد کے لین دین سے فج نہ سکے گا کیونکہ وقت کی عدالتیں اس کی پیشتناہ ہوں گی اور وقت کے نظام کے رگ و ریشه میں سود سرا یت کیے ہوئے ہو گا۔ وہ غاشی و عریانی کو روکنے میں ناکام رہے گا کیونکہ وقت کا نظام اپنے تمام ذرائع ووسائیں۔ سینما، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلش لٹریچر اور رسائل کے ذریعہ پوری قوت سے اسے پھیلای رہا ہو گا۔ وہ اختلاطِ مرد و زن اور زنا اور محركات زنا پر روک نہ لگا سکے گا کیونکہ یہ وقت کی تہذیب کے پُر کشش اور انہرے ہوئے پہلو ہوں گے۔ وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم نہ دلا سکے گا کیونکہ وقت کا تعلیمی نظام دینی تعلیم سے یکسر خالی ہو گا اور اس کا ماحول اور

تربیت کا انداز غیر اخلاقی اور لادینی ہو گا۔ وہ عدالتوں سے خدائی قانون کے مطابق فیصلے نہ کر اسکے گا کیونکہ ان عدالتوں سے غیر الہی قانون کے تحت فیصلے ہوتے ہوں گے۔ اس کا پرسنل لا بھی ہر وقت خطرہ میں ہو گا۔ وقت کا نظام جب چاہے گاؤں سے ختم کر کے یکساں سول کو ڈنافذ کر دے گا اور مسلمان مجبور ہو گا کہ نکاح اور طلاق جیسے معاملات میں بھی اسلامی قانون پر عمل نہ کر سکے۔

یہ ہیں غیر الہی نظام زندگی کے غلبے کے متاثر، کوئی بھی مغلوب رہ کر پھل پھول نہیں سکتا، چہ جائیکہ اسلام، جو پوری زندگی پر حاوی ہے اور جو انفرادی اور اجتماعی امور و معاملات میں ہدایات دیتا ہے، ایسے دین پر مغلوبیت کی حالت میں کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی بندگی میں خلص ہو گا، وہ دل سے اس کی تمنا اور زندگی بھراں کی جدوجہد کرے گا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی کے سوا کسی کی مرضی نہ چلے اور اس کے قانون کے سوا کوئی قانون نافذ نہ رہے۔ اللہ نے جس سے بڑھ کر حکیم و دانا کوئی نہیں، خود یہ واضح فرمادیا ہے کہ یہ دین غالب ہونے کے لیے آیا ہے اور رسول کی بعثت کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کا دین آخر کار دنیا میں غالب و نافذ ہو:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِيُّنِ گُلَّهُ وَلَوْ كَرَّةً الْمُشْرِكُونَ۔ (اتوبہ: ۳۳، الصف: ۹)

”وَهُوَ اللَّهُمَّ هُوَ جَسَنْ اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دنیوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔“

قرآن مجید میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ سورہ قریبہ اور سورہ صاف میں اور آخری الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ سورہ فتح میں آئی ہے۔ اللہ نے دین کے نازل ہونے اور رسول کے معبوث ہونے کا مقصد صریح الفاظ میں بار بار واضح فرمادیا تاکہ کسی کو کسی طرح کا اشتباہ نہ رہے۔ ان تینوں سورتوں میں ایک ہی بات مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل ایمان اللہ کے دین کو غالب و نافذ کرنے کے لیے اپناسب کچھ لگادیں۔ یہی ان کے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے، یہی ان کے مومن ہونے کا ثبوت ہے اور دنیا میں اللہ کے

دین کے غالب ہونے کی واحد صورت یہ ہے کہ رسولؐ کے پیروں کی کوششیں اس کام میں لگ جائیں کیونکہ تھہار رسولؐ نہ نظام باطل کو مغلوب کر سکتا ہے اور نہ نظام حق کو غالب چنانچہ سورہ صاف میں اس آیت کے فروا بعد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّ كُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُجْيِبُكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا مُوَالِكُمْ وَأَنْفِسِكُمْ دَلِيلُكُمْ خَيْرٌ لَمَنِ اكْنُوتُمْ
 تَعْلَمُونَ ۝ يَعْزِزُكُمْ دُنْيَاكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسِكَنَ طَيْبَاتٍ فِي
 جَنَّتٍ عَدِينٍ ۝ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَى تُجْسِدُهَا طَرَقٌ مِنَ اللَّهِ وَقَنَّمٌ قَرِيبٌ ۝ وَبَشِيرٌ
 الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے ایمان لانے والوں! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤ جو تمہیں (خدا کے) دردناک عذاب سے نجات بخشے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے پوری جدوجہد کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہوئے۔ اس صورت میں وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہیں بہتی ہوں گی اور پاکیزہ محلاں میں جگہ دے گا جو ہیچکی کی جنتوں میں ہوں گے۔ یہی عظیم الشان کام رانی ہے اور ایک اور چیز بخشے گا جو تمہیں محبوب ہے، اللہ کی مدد اور قریبی فتح اور (اے نبی) اہل ایمان کو بشارت دو۔

ان آیات سے پہلی بات یہ واضح ہوئی کہ ان آیات کا خطاب صحابہ کرام سے مخصوص نہیں ہے، سارے اہل ایمان ان کے مخاطب ہیں چنانچہ ”اے ایمان والو!“ سے کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جہنم کے عذاب سے نجات پانے، گناہوں کے بخشے جانے اور جنت کے مستحق ہونے کی راہ یہ ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسولؐ پر مخلصانہ ایمان لائے اور پھر اللہ کی رضا کے لیے اس کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں اپنے وجود، اپنی صلاحیتوں اور قوتوں اور اپنے ذرائع وسائل کو لگادے تیری بات یہ کہ یہ اگرچہ بظاہر سرتاسر قربانی کی راہ ہے لیکن فی الواقع انتہائی نفع بخش تجارت اور عظیم کام رانی کا سودا ہے۔ دنیا

کی پندروزہ زندگی کو، جو بہر حال ختم ہونے والی ہے اور حقیر مال و متاع کو، جو ایک نہ ایک دن ہم سے چھن جانے والے ہیں، خدا کی راہ میں قربان کر کے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لگا کر ہم آخرت کے ابدی اور درد ناک عذاب سے نجات حاصل کر لیتے ہیں اور جنت کی دائیٰ ولازوال اور بے پایاں وناقابل تصور نعمتیں پالیتے ہیں۔ کیا یہ عظیم الشان کامرانی نہیں ہے اور چوتھی بات یہ ہے کہ آخرت کی ابدی ولازوال کامرانی سے پہلے دنیوی کامرانی کی راہ بھی یہی ہے۔ جو لوگ اللہ کے دین کو غالب وناذنڈ کرنے کے لیے اپنا سب کچھ لگادیتے ہیں، اللہ ان کی مدد فرماتا ہے اور فتح و کامرانی ان کے لیے مقدر ہو جاتی ہے۔

سورہ توبہ میں ہے:

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهُوكُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَنفُسِهِمْ طَوَّافُكُمْ وَاللَّهُ عَلَيْهِ مِنْ إِلَهٍ شَئْوَنَ^۱ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَإِذَا كَاتَبُتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ^۲
يَتَرَدَّدُونَ^۳ (التوبہ: ۳۵، ۳۳)

”جو لوگ اللہ اور آخرت پر (فتح) ایمان رکھتے ہیں وہ (اے نبی) اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جدوجہد نہ کرنے کی اجازت نہیں چاہتے، اللہ متقویوں کو خوب جانتا ہے۔ تم سے اس کی اجازت وہی چاہتے ہیں جو نہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں نہ آخرت پر جن کے دلوں میں شک ہیں اور وہ ان شکوک میں سرگردال ہیں۔“

ان آیات سے واضح ہوا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد انسان کے دین و ایمان کی کسوٹی ہے۔ ملخص مومن اس جدوجہد سے کترانے کے لیے بہانے ملاش نہیں کرتا، وہ تو اپنا سب کچھ اس راہ میں لگادیتا ہے۔ اس کے بر عکس جو شخص غلبہ دین کی جدوجہد میں اپنا حصہ ادا نہیں کرتا اور حیلوں، بہانوں اور تاویلوں کی اوث میں پناہ لیتا ہے، ارشاد خداوندی کی رو سے وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ جھوٹا ہے اگر وہ خود کو مسلمان کہتا ہے۔

اسلام میں بچوں کی جنسی تعلیم و تربیت

ڈاکٹر شمس علی صاف

دین اسلام، آفاقی مذہب ہے جس میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح بچوں کی جنسی تربیت کے حوالے سے بھی حکمت پر مبنی اور واضح ہدایات موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے مغرب سے درآمد، جنسی تعلیم کے حیا سوز نصاب کی مسلمانوں کو قطعی ضرورت نہیں۔ بچوں کی جنسی تربیت، ان میں حیا، تقویٰ اور پاکدا منی پیدا کرنے اور جنسی بے راہ روی سے بچانے کے لیے سینکڑوں آیات و احادیث موجود ہیں۔ بچوں کی جنسی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے جسے عمر کے مختلف ادوار میں مرحلہ وار سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔

بچوں کی جنسی تربیت کے چار مراحل

(1) پیدائش اور بچپن:

(1) بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے جنسی اعضاء کی حفاظت اور پاکیزگی کا حکم ہے اور اس مقصد کے لیے بچے کے ختنہ کا تاکیدی حکم ہے جس کے ذریعے سے بچہ زندگی بھر کی جنسی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”پانچ چیزیں فطرت کے تقاضوں میں سے ہیں: ختنہ کروانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال اگھاڑنا، ناخن تراشنا اور موخچیں چھوٹی کرنا۔“ (سنن ابو داؤد: ۳۴۰۰)

(2) بچہ جب تھوڑا سمجھدار ہو جائے تو اسے ”ستر“ کے احکامات سکھلانے کا حکم ہے، لڑکے کا ”ستر“ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک جکبہ لڑکی کا پورا بدن، ”ستر“ میں داخل ہے۔ والدین کو حکم ہے کہ وہ بچہ کو خوب اچھی طرح سمجھائیں کہ ”ستر والے اعضاء“ کسی کے سامنے ہرگز ظاہر نہیں کرنے اور نہ کسی کو انہیں چھونے اور ہاتھ لگانے دینا ہے اور اگر کبھی کوئی میلی آنکھ سے دیکھے یا بچے اس حوالے سے خطرہ محسوس کریں تو فوراً والدین کو اطلاع دیں۔

(2) کم سنی و لڑکپن:

(۱) بچے جب ۵ یا ۶ سال کی عمر تک پہنچتا ہے تو اس کے لیے "استیزان" کا حکم ہے، یعنی اسے تین اوقات میں گھر کی پرائیویٹی کو مد نظر رکھنے اور گھر میں یا کسی خاص کمرے میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینی ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے: "اے ایمان والو! تمہارے جو بچے ابھی بلوغت تک نہیں پہنچے ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت مانگ لیا کریں، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتار کر کھا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پر دے کے اوقات ہیں۔" (سورۃ النور: ۵۸)

(۲) بچوں کو مرد اور عورت کے لباس اور طریقوں کے مابین فرق سکھلانے کی ضرورت ہے، لڑکے کو لڑکیوں جیسا لباس اور طریقے اختیار کرنے سے سختی سے منع کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں۔ (صحیح البخاری: ۵۵۳۶)

(3) قریب البلوغ اور بلوغت:

(۱) بچے جب دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں تو حکم ہے کہ جسمانی طور پر جنسی تغیرات کی وجہ سے اب ان کے بستر الگ الگ کر دیے جائیں اور بچے الگ الگ بستر پر سوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور انہیں نماز کی وجہ سے مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستر الگ کر دو۔" (سنن ابن داؤد: ۳۹۵)

(۲) بچے کو خاشی و عریانی سے بچائیں، شرم گاہ کی حفاظت، شرم و حیا اور عفت و پاکدا منی کے بارے میں سمجھائیں، انہیں نظریں جھکانے کی ترغیب دیں، ارشاد خداوندی ہے: "مَنْ مِنْ أَنْفُسِ الْإِنْسَانِ
نَجَّابٌ بِنَجْيٍ رَكَبَهُ اور شرم گاہیں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزہ طریقہ ہے اور وہ جو کارروائیاں
کرتے ہیں، اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔"

(۳) ہوس بھری نگاہوں اور جنسی درندوں سے بچانے کے لیے لڑکیوں کو پرداز کروائیں اور پرداز کے احکامات انہیں سکھلائیں۔

(۴) قریب البلوغ بچوں کے لیے بھی پرداز اور گھروں میں داخلے کے لیے بالغوں جیسے احکامات اسلام نے طے کیے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اسی طرح (گھروں میں داخلے کی) اجازت لیا کریں جیسے ان سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔“ (سورۃ النور: ۳۱)

(۵) والدین کو لڑکوں کی جنسی نشوونما پر نظر رکھنے کا حکم ہے اور جیسے ہی معلوم ہو جائے کہ ان میں عورتوں کے زنانہ اعضاء کی جانب رغبت اور خواہش پیدا ہو رہی ہے تو پھر سخت پرداز اور احتیاط کروانے کی ضرورت ہے اور ان کے سامنے نسوانی حسن ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ”ایمان والی عورتیں اپنی سجاوٹ ظاہرنہ کریں، سوانئے ان بچوں کے جوابی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے۔“ (سورۃ النور: ۳۱)

(۶) جب بچہ یا بچی بلوغت کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں بلوغت کی علامت، بلوغت کے احکام، نماز اور روزے وغیرہ کی فرضیت، غسل اور وضوئی نئے احکام، حیض و نفاس کے مسائل اور طہارت کے طریقے بتلائے جائیں، بغل اور زیر ناف بالوں کی صفائی کا طریقہ سکھلائیں اور انہیں بتلائیں کہ چالیس دن سے زیادہ بغل اور زیر ناف بالوں کو چھوڑ رکھنا سخت گناہ کی بات ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲)

(۴) بچوں کا نکاح اور شادی:

(۱) لڑکے لڑکیوں کی جسمانی نشوونمائیں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان میں زیادہ سے زیادہ تولیدی صلاحیت ہو، با الخصوص لڑکیوں میں تولیدی اور زچگلی صلاحیت کی اسلام نے بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی ہے۔

(۲) جب جوان بچوں کی شادی کی تاریخ طے ہو جائے یا شادی کے ایام قریب آجائیں تو پھر ہمستری کے اسلامی احکام، حیض و نفاس کے مسائل، پاکی اور ناپاکی، حمل، وضع حمل اور دیگر جنسی مسائل کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کا حکم ہے۔

مال اور پیٹا

ام عمار

ایک نوجوان کی شادی ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی۔ شادی کے بعد لڑکی کو اندازہ ہوا کہ اس کا شوہر اس سے انتہائی محبت کرتا ہے۔ اسے دل کی گھرائیوں سے چاہتا ہے اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کے ساتھ ہی اس لڑکے کی والدہ بھی رہتی تھی جو ایک بوڑھی خاتون تھی۔ لڑکی اپنی ساس سے ہمیشہ برے سلوک سے پیش آتی تھی وہ بس اس دنیا میں چند دن کی مہمان تھی۔ جو بھی دیکھنا اسے اس کے بڑھاپ پر ترس آ جاتا تھا۔ وہ اس عمر میں اپنے بیٹے اور بہو کی خدمت کی محتاج تھی۔ مگر ساس کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ اس کی بہونے اس بارے میں کچھ سیکھا ہی نہیں تھا۔

دوسری جانب نوجوان بیٹے کا حال بھی قابل تعریف نہیں تھا۔ وہ بھی اپنی ماں کی خدمت پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ مگر بیٹے کی طرف سے کبھی ماں کو شکایت نہیں ہوتی تھی البتہ بہو کی کڑوی کسلی باتیں سن کر اسے تکلیف ضرور ہوتی مگر وہ حرف شکایت زبان پر لانا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔

بہونے جب دیکھا کہ کئی سال ایک ساتھ گزارنے کے باوجود پیٹا ماں سے نفرت نہیں کرتا اور اس کے لاکھ چڑانے پر بھی ماں کو بر اجلا نہیں کہتا، تو ایک روزہ وہ ناراض ہو کر بیٹھ گئی۔ جب شوہر کام کا ج سے فارغ ہو کر گھر واپس آیا تو بیگم صاحبہ کو افسرده دیکھ کر پوچھا: کیوں کیا بات ہے، آج روزانہ کی طرح خوش نہیں ہو؟ بیگم نے جواب دیا کہ یہ جو تمہاری بوڑھی ماں ہے گھر میں اس کے ہوتے ہوئے کوئی کیسے خوش رہ سکتا ہے؟ اور ہاں بہت ہو گیا اب میں تمہاری ماں کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی، جتنا گزارا ہو اسکتا تھا ہو گیا۔ جب تک تم گھر سے اس بڑھیا کو نہیں نکالو گے تو میں تمہارے ساتھ ایک پل نہیں رہ سکتی۔

جب بیوی نے شوہر سے بار بار بھی کہا کہ میں تمہاری ماں کے ساتھ اس گھر میں نہیں رہ سکتی تو اس نے اپنی ماں کو رات کے اندر ہیرے میں کندھے پر اٹھایا اور خونخوار جانوروں والے جنگل میں لے جا کر چھینک

دیا۔ پھر چند منٹ بعد وہ اجنبی بن کر ماں کے پاس آیا تو وہ زار و قطار رورہی تھی۔ اس نے اپنی آواز بدل کر بڑھیا سے پوچھا: بڑھیا! کیوں رورہی ہو؟ بڑھیا کہنی لگی: میرا بیٹا! بھی مجھے یہاں پھینک کر چلا گیا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کو کوئی شیر چڑھاڑ کر کھانہ جائے!

اس نے کہا: تم اپنے اس بیٹے کے لیے رو رہی ہو جس نے تم سے یہ سلوک کیا کہ تمہیں اس خطرناک جنگل میں پھینک کر چلا گیا؟ تم اس کے لیے بد دعا کیوں نہیں کرتیں!

وہ کہنے لگی: میری محبت اس کے لیے بد دعا کرنے سے انکار کرتی ہے! بڑھیا کا کہا ہوا یہ جملہ اسی روز سے ضرب المثل بن گیا اور عربوں میں یہ مثل مشہور ہو گئی۔

قارئین کرام! ماں کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا بیٹا یوں کی باتوں میں آکر والدہ کو ایک خطرناک جنگل میں چھوڑا یا لیکن ماں کی شان کو سلام جس نے بیٹے کے اس سلوک کے باوجود بھی اس کے لیے بد دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مال تو مال ہوتی ہے

مرزا ادیب لکھتے ہیں: ”ابا جی مجھے مارتے تھے تو امی بچا لیتی تھیں، ایک دن میں نے سوچا کہ اگر امی پٹائی کریں گی تو ابا جی کیا کریں گے؟ اور یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ہوتا ہے میں نے امی کا کھانہ مانا۔ انہوں نے کہا ”بازار دے دہی لادو۔“ میں نہ لایا۔ انہوں نے سامن کم کر دیا تو میں نے زیادہ کا اصرار کیا۔ انہوں نے پیڑھی پر بیٹھ کر روٹی کھانے کو کھا، میں نے دری پچھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ کپڑے میلے کر لیے۔ میرا الجہ گستاخانہ تھا۔

مجھے پوری توقع تھی کہ اب امی جان مجھے ضرور ماریں گی مگر انہوں نے کیا یہ کہ مجھے سینے سے لگایا اور کہا: ”کیوں دلاپت! میں صدقے، بیمار تو نہیں ہے تو؟“ اس وقت میرے آنسو تھے کہ رکتے نہیں تھے۔

اللہ سے بات منوانے کا طریقہ

اہن علیم حسان

میں نے ایک سفیدریش بزرگ سے پوچھا ”اللہ تعالیٰ سے بات منوانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟“ وہ مسکرائے، قبلہ رو ہوئے، پاؤں لپیٹئے، رانیں تہہ کیں، اپنے جسم کا سارا بوجھ رانوں پر شفت کیا اور مجھ سے پوچھا، ”تمہیں اللہ سے کیا چاہئے؟“ ہم دونوں اس وقت جنگل میں بیٹھتے تھے، جس اور گرمی کا موسم تھا، سانس تک لیتا مشکل تھا، میں نے اوپر دیکھا اور درختوں کے پتے تھے اور پتوں سے پرے گرم پکھلتا ہوا سورج تھا، میں نے مسکرا کر عرض کیا ”اگر بادل آجائیں، ذرا سی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں تو موسم اچھا ہو جائے گا“ وہ ہنسے اور آہستہ سے بولے ”لودیکھو“ وہ اس کے بعد بیٹھے بیٹھے رکوع میں جھکے اور پنجابی زبان میں دعا کرنے لگے ”اللہ جی! کاکی دعا قبول کر لے، اللہ جی! ہماری سن لے گا دعا کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے، پہلے ان کی پلکیں لگلی ہوئیں، پھر ان کے منھ سے سکیوں کی آوازیں آئیں اور پھر ان کی آنکھیں چھم چھم برنسے لگیں، وہ بڑی طرح رورہے تھے۔

میں ان کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا، میں نے زندگی میں بے شمار لوگوں کو روتے دیکھا لیکن ان کا رونا عجیب تھا، وہ ایک خاص ردھم میں رورہے تھے، منہ سے سکی لکھتی تھی، پھر آنکھیں برستی تھیں اور پھر اللہ جی! ہماری سن لے کاراگ الاپ رہا تھا۔ میں پریشانی، استحباب اور خوف کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا۔

وہ دعا کرتے جاتے تھے، روتے جاتے تھے اور سسکیاں بھرتے جاتے تھے، میں نے پھر وہاں ایک عجیب منظر دیکھا، مجھے ہوا ٹھنڈی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی، آسمان پر اسی طرح گرم سورج چمک رہا تھا لیکن جنگل کی ہوا میں خنگی بڑھتی جا رہی تھی، میری پیشانی، سر اور گردن کا پسیناخشک ہو گیا، میرے سینے اور کمر پر رینگتے ہوئے قطرے بھی غائب ہو گئے، میں ٹھنڈی ہوا کو محسوس کر رہا تھا اور جیران ہو رہا تھا، میرے دیکھتے ہی

دیکھتے پتوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں، شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنے لگیں، پودے ہوائی موسیقی پر نانپتے لگے اور پھر بادل کا ایک ٹکڑا کہیں سے آیا اور سورج اور ہمارے سر کے درمیان تن کر ٹھہر گیا، وہ رکے، دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور شکر ادا کرنے لگے۔

وہ دیر تک ”اللہ جی! آپ کا بہت شکر ہے، اللہ جی! آپ کی بہت مہربانی ہے“ کہتے رہے، وہ دعا سے فارغ ہوئے، ذرا سا اوپر اٹھے، ٹالگیں سیدھی کیں اور منہ میری طرف کر کے بیٹھ گئے۔ ان کی سفید داڑھی آنسوؤں سے ترخی، انہوں نے کندھ سے رومال اتارا، داڑھی خشک کی اور پھر بولے دیکھ او اللہ نے اپنے دونوں بندوں کی بات مان لی۔

میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پھر عرض کیا“ بابا جی لیکن اللہ سے بات منوانے کا فارمولہ کیا ہے، اللہ کب، کیسے اور کیا کیا مانتا ہے؟ وہ مسکراتے، شہادت کی دونوں انگلیاں آنکھوں پر رکھیں اور پھر بولے یہ دو آنکھیں فارمولہ ہیں۔ میں خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بولے میں نے یہ فارمولہ اپنی ماں سے سیکھا، میں بچپن میں جب بھی اپنی ماں سے کوئی بات منوانا چاہتا تھا تو میں رونے لگتا تھا، ماں سے میرا رونا برداشت نہیں ہوتا تھا، وہ ترپ اٹھتی تھی، وہ مجھے گود میں بھی اٹھا لیتی تھی، مجھے چومتی بھی تھی، میری آنکھیں بھی صاف کرتی تھی اور میری خواہش، میری ضرورت بھی پوری کرتی تھی، میں ماں کی اس کمزوری کا جی بھر کر فائدہ اٹھاتا تھا میں رورو کر اس سے اپنی پسند کے کھانے بھی بناتا تھا، اس سے نئے کپڑے اور نئے جوڑتے بھی لیتا تھا اور کھلینے کے لئے گھر سے باہر بھی جاتا تھا۔ وہ رکے اور پھر آہستہ سے بولے میں نے جب مولوی صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو مولوی صاحب نے ایک دن فرمایا“ اللہ تعالیٰ انسان سے ستر ماوں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ یہ فقرہ سید حامیرے دل میں لگا اور میں نے سوچا، میں رو کر اپنی ایک ماں سے سب کچھ منوالیتا ہوں، اللہ اگر مجھ سے ستر ماوں جتنی محبت کرتا ہے تو پھر میں رورو کر اس سے کیا کیا نہیں منوا سکتا۔

وہ رکے اور بولے“ بس وہ دن ہے اور آج کا دن، میں روتا ہوں، اللہ کی ذات میں ستر ماوں کی محبت جگاتا ہوں اور میری ہر خواہش، میری ہر دعاقبول ہو جاتی ہے۔

موباکل فون جسم اور بستر سے دور رکھیں

عادل شاہ

امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شعبہ پبلک ہیلتھ نے موبائل فون سے خارج ہونے والی ریڈیو فریکوئنسی انرجی سے بچنے کے لئے ہدایت نامہ جاری کیا ہے۔ اگرچہ ماہرین سائنس موبائل فون کے استعمال سے ہونے والے نقصانات پر تحقیق نہیں ہیں لیکن تحقیق نے عنديہ دیا ہے کہ طویل عرصے تک موبائل فون کا استعمال اور زیادہ استعمال صحت کے لئے مضر ہے۔

کیلیفورنیا کے شعبہ پبلک ہیلتھ کی ڈائریکٹر ڈاکٹر کیرن سمٹھ کا کہنا ہے، "موبائل فون کے زیادہ استعمال سے صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے، موبائل فون کے مضر اثرات سے بچے اور بالغ دونوں ہی فیض سکتے ہیں اگر وہ اپنی جیب میں فون نہ رکھیں اور رات کو سوتے وقت اپنا موبائل بستر سے دور رکھیں۔"

کیلیفورنیا کے شعبہ پبلک ہیلتھ کے مطابق جب موبائل فون، سیل ٹاور سے سگنل موصول کرتا ہے یا موبائل سگنل بھیجا ہے تو یہ ریڈیو فریکوئنسی انرجی خارج کرتا ہے اور یہ ریڈیو فریکوئنسی انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح امریکا میں بھی موبائل فون کا استعمال بہت تیزی سے بڑھا ہے، 95 فیصد امریکیوں کے پاس موبائل فون ہیں اور 12 فیصد امریکی انٹرنیٹ استعمال کرنے کے لئے اپنا موبائل ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکا میں پہلا موبائل فون ملنے کی اوسط عمر کم ہو کر 10 سال ہو گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق زیادہ تر نوجوان سارا دن اپنے فون آن رکھتے ہیں اور سوتے ہوئے بھی فون قریب رکھتے ہیں۔ واضح ہے کہ پاکستان میں بھی موبائل فون کے استعمال میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتحادی کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 13 کروڑ افراد موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ: 48 پ)

بچوں کی سزا! اسلام کیا کہتا ہے؟

مولانا نفیع الرحمن احمد

بچہ، ایسا منہ زور حیوان ناطق ہے جسے سدھانا اس کے والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ ایک ایسا بیراہے جسے تراشنے کرنے کے ساتھ ساتھ پاش بھی کرنا پڑتا ہے۔ اسے کندن بنانے کے لئے تجربات کی بھیثیوں سے گزارنا پڑتا ہے۔ اسے صراط مستقیم پر چلانے کے لئے جہاں راہ نمائی، حوصلہ افزائی، محبت اور لائق کی ضرورت ہوتی ہے وہیں تأدیب کے لئے سزا اور جرمائہ بھی ضروری ہے۔ لیکن دونوں پہلوؤں میں حد انتدال ضروری ہے۔

بے جامبعت اور حد سے زیادہ سختی، بچوں کے مزاج کو بکاڑ دیتی ہے۔ سزا جب تشدید کا روپ دھار لیتی ہے تو پچے کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کے تعلیمی کیرر کو گھن لگ جاتا ہے۔ اور یوں ایک فرد ہی نہیں پوری نسل شاہراہ ترقی سے ہٹ کر تزلی کا شکار ہو جاتی ہے۔ یونیورسٹی آف میکسیس کی میڈیکل برائی نے ایک تحقیق کی، اس کے لئے 19 سے 20 سال کے 1800 ایسے نوجوان کا انتخاب کیا گیا جنہیں بچپن میں تشدید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ تحقیق کے مطابق انہیں درج ذیل ذہنی و جسمانی عوارض کا سامنا کرنا پڑا:

کچھ جسمانی طور پر معذور ہوئے۔ ان کی عزت نفس مجروح ہوئی۔ خوف زده ہوئے، جس کی وجہ سے دماغی صلاحیتیں متاثر ہوئیں۔ اکثر نے تعلیم اور حوری چھوڑ دی۔ بد اخلاق، ضدی، ہٹ دھرم، گستاخ اور ڈھیٹ ہو گئے۔ بعض نے گھر چھوڑ دیا اور جرام ہمپیشہ افراد کے ہتھے چڑھ گئے۔ اپنے محسنوں کو دشمن گردانے لگے۔ برطانیہ میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق بچپن میں تشدید کا سامنا کرنے والے بچوں کے جذبات شدید متاثر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ازدواجی زندگی پر ناخوش گواراٹر پڑتا ہے، کیوں کہ ایسے بچے کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتے جب کہ شادی کی کامیابی میں اعتماد اولین شرط ہے۔ تحقیق کے مطابق اگر ایسے بچے جوان ہو کر اپنے خاردار اراضی سے پچھا چھڑائیں تب بھی تلخ اور منفی یادیں ان کی بقیہ حیات کو زہر خند کرتی رہتی ہے۔

ابن خلدون کے مطابق تشدد سے بچے جھوٹ کی عادت سکھتے ہیں، ان میں نفاق اور کسل مندی پیدا ہو جاتی ہے، ان کی طبیعت بھج جاتی ہے، زندگی سے خوشی اور امنگ ختم ہو جاتی ہے اور وہ احساس کم تری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے کی ذہنی نشوونما رک جاتی ہے اور حصول علم کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ اس کی طبیعت سے غیرت، حمیت اور مدافعت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔

حکیم الامہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بچوں کو مارنا، بندوں کے حقوق میں سے ہے جس کی معافی بھی مشکل ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب نے خط لکھا کہ میں اپنی اولاد کو بہت مارتا ہوں، مجھ میں عدم برداشت بہت زیادہ ہے۔ جوابا فرمایا ”قیامت کا انتظار کرو۔“ پیر ذو الفقار احمد صاحب نے لکھا کہ ایک معلم نے اپنے ساتھ پاسپ رکھا ہوا ہے۔ پوچھا، یہ کس لیے ہے؟ ”معلم نے کہا“ یہ بچوں کو ڈرانے کے لئے ہے۔ ”فرمایا“ پھر تو پستول رکھ لجھے، بچے زیادہ ڈریں گے۔

دنیا کے 52 ممالک میں جسمانی سزا پر مکمل پابندی ہے جب کہ 92 ممالک تشدد کے خاتمه کے لئے کوشش ہیں۔ ان میں پاکستان بھی شامل ہے جہاں تعلیمی اداروں میں % 70 سے زائد بچوں کو سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ 2013ء میں یہاں ایک قانون بنایا گیا جس کے مطابق تشدد کرنے والے کو ایک سال قید اور پچاس ہزار جرمانہ ادا کرنا ہو گا۔ چنانچہ دفعہ 319 کے تحت بچے زخمی ہو جائے تو دفعہ 323 اور 325 کے تحت قید یا جرمانہ یادوں کی سزا ہو سکتی ہے۔

معلمین اکثر یہ گلا کرتے دکھائی دیتے کہ بچوں کو سزا نہ دی جائے تو وہ پڑھائی میں عدم دل چپی کے ساتھ ساتھ بد تمیز بھی ہو جاتے ہیں۔ اسلام ہماری اس جانب بہترین راہ نمائی کرتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہؓ فرماتے ہیں ”جہاں میری زبان کام کرتی ہے وہاں میں اپنا ڈنڈا استعمال میں نہیں لاتا۔“ جو شخص چھٹتے ہی ڈنڈا اٹھا لے، سمجھ جانا چاہئے یہ زبان سے سمجھانے میں ناکام ہو چکا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ”حتی الامکان زبان سے سمجھایا جائے ذہنی و نفسی طریقوں سے بچے کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔“

اگر مارنا گزیر ہو جائے تو ان امور کا خیال رکھا جائے:

طلبہ کی دو قسمیں ہیں، نابالغ اور بالغ۔ پھر نابالغ بچوں کی بھی دو قسمیں ہیں، سمجھ دار اور بے سمجھ بچے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بے سمجھ بچوں کو مارنے سے قطعی طور پر منع فرمایا ہے۔ اور سمجھ دار بچوں کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ اول ان کے جرم سے چشم پوری اختیار کی جائے اگر دوبارہ کریں تو انہیں اشارة، کنایتی، بالواسطہ اور بلاواسطہ سمجھایا جائے اگر پھر بھی بازنہ آئیں تو ان کے ساتھیوں کے سامنے تنبیہ لی جائے۔ اگر اس کے باوجود بھی اسی جرم کے مرتكب ہوں تو تین چھٹریوں کی سزا دی جائے۔ اسلامی احکام کے مطابق کوئی بھی معلم، بچوں کو ان کے والدین کی اجازت کے بغیر سزا نہیں دے سکتا۔ اگر پانی سر سے گزر جائے اور سزادیناً گزیر ہو جائے تو مار سے ہٹ کر کوئی سزا دی جائے جیسے کچھ دیر کھڑا کرنا، تھوڑی دیر کے لئے ہاتھوں کو اوپر کرواد دینا وغیرہ۔ اگر اس کے باوجود بچے نہ سمجھ رہے ہوں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ مارنا جائز ہو جاتا ہے:

۱: والدین سے اجازت حاصل کی جائے۔

۲: غلطی کی نوعیت کے مطابق سزا پہلے سے معین ہو۔

۳: سزادینے کا مقصد تادیب و تعلیم ہو (ذاتی انتقام اور غصے کے جذبات کے تحت سزا، ظلم و تشدد شمار ہو گی اور قیامت والے دن اس کے بارے میں سوال ہو گا)۔

۴: بچے کے خلل کے مطابق سزا دی جائے۔

۵: جتنا جرم ہو، سزا اس سے زیادہ نہ ہو۔

۶: چہرے اور سر پر مارنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔

۷: نابالغ کو لکڑی اور ڈنڈے کے ساتھ مارنا بھی منع ہے۔ (محض تھپڑا اور چپٹ سے کام چلاایا جائے)

۸: تین سے زیادہ ضربات نہ ہوں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے درختار میں فتویٰ دیا ہے کہ اگر بچے کو تین ضربات سے زیادہ سزا دی گئی تو قیامت والے دن اس سے تصاص لیا جائے گا۔

بخاری شریف میں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے ”دس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں۔“ (یہ فرمان بالغ مردوں کے بارے میں ہے)

مشہور مفکر قاضی ابن جماعہؓ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”تنزکۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم“ میں لکھا ہے ”طالب علم کے مصالح و منافع کو پیش نظر رکھے، ان کے ساتھ اپنی پیاری اولاد کی طرح سلوک کرے یعنی ان کے ساتھ شفقت و رأفت اور احسان والا معاملہ کرے، شدت اور سختی سے پیش نہ آئے۔ اس سے مقصد ان کی حسن تربیت، تحسین اخلاق اور اصلاح احوال ہو۔“

شاہ ابرار الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”تعلیم میں نرمی کا پہلو اسی فیض اور سختی کا پہلو میں فیض ہو، تب بچوں کی تربیت صحیح خطوط پر ہو سکتی ہے۔“

(بقیہ: موبائل فون)

ڈاکٹر سمتحہ کا کہنا ہے ”موباکل کے زیادہ استعمال سے بچوں کی ذہنی نشوونما پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو موبائل فون زیادہ استعمال نہ کرنے دیں اور رات کو فون بند کر دیں۔“

کیلیفورنیا کے شعبہ پبلک سیکھ نے چند بنیادی احتیاطی تدابیر بھی تجویز کی ہیں جن سے ریڈیو فریکو ننسی از جی سے بچا جا سکتا ہے۔

فون کو اپنے جسم سے دور رکھیں۔ موبائل فون کم استعمال کریں۔ جب سگنل کمزور ہوں، موبائل پر آڈیو یا ویڈیو سٹریمینگ کم کریں یا بڑی فائلیں اپ لوڈ یا ڈاؤن لوڈ نہ کریں، رات کے وقت فون کو اپنے بستر سے دور رکھیں، جب فون پر بات نہ کر رہے ہوں تو ہمیڈ سیٹ اتار دیں۔

حلاۃ حاضرہ

پاکستان میں اسلام پسند کیوں مغلوب ہوتے جاتے ہیں؟

محمد بنی

کچھ دن قبل ایک دوست نے واقعہ سنایا کہ قادیانیوں کی پاکستان میں خفیہ سرگرمیوں کو منظر عام پر لانے کے لئے انہوں نے ایک مستند خبر بریک کی، جس پر ادارے حرکت میں آگئے اور اسے گرفتار کر لیا۔ دوران گرفتاری بہت زیادہ تشدید کا شانہ بنیا گیا۔ ایک ہمدرد اہلکار نے کہا کہ جب تک آپ کے لوگ ان اداروں میں نہیں ہوں گے، تب تک آپ یوں ہی مار کھاتے رہیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ جذبات کو چھوڑ کر پہلے اپنی حکمت عملی مرتب کریں اور پھر قادیانیوں یادگیر اسلام مخالف گروہوں کے خلاف کام کریں۔

سچی بات یہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں جب بھی اسلام پسند اور اسلام مخالف گروہوں کی سرگرمیوں پر غور کرتا ہوں تو دل گڑھتا ہے کہ اسلام پسند گزشتہ 70 سال سے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے جا رہے ہیں اور اسلام اور پاکستان مخالف گروہ آئے دن ترقی کرتے جاتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو آپ صرف قادیانیوں کا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ یہ لوگ باوجود اقلیت کے ملک کی اکثریت پر حاوی ہوتے جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ راقم خود کر چکا ہے۔ پاکستان میں ختم نبوت حلف نامے میں ترمیم و تبدیلی کے موقع پر راقم نے وصال اردوئی وی چیلنج پر ختم نبوت اور قادیانیت کے حوالے سے 7 کے قریب لا ٹائپ پروگرام کیے اور تین چار ڈاکو منٹری اسکرپٹ لکھے۔ اندازہ نہیں تھا کہ قادیانیوں کی طرف سے اتنا شدید رد عمل آئے گا کہ وہ وصال اردو سے منسلک کارکنوں کو لاپتا کر راویں گے اور وصال اردو کی سیٹلائٹ کمپنی کو وصال اردو بند کرنے پر مجبور کریں گے۔ چند دنوں بعد پتا چلا کہ قادیانی واقعی کم تعداد میں ہونے کے باوجود اس قدر طاقتور ہیں کہ وہ اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا سکتے ہیں۔

40 سال سے قادیانیت کے خلاف کام کرنے والے بزرگ احباب سے پتا چلا کہ قادیانیت ایک منظم نیٹ ورک کی صورت اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ اپنے لوگوں کو بڑے بڑے اداروں میں پہنچانے کے

لئے وقف کرتے ہیں۔ انہیں ان اداروں کے معیار کے مطابق تیار کرنے کے لئے باقاعدہ اعلیٰ تعلیم دلوائے ہیں اور پھر ہر وہ حریبہ اور وسیلہ استعمال کرتے ہیں، جو ان اداروں تک پہنچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ بڑے بڑے اداروں میں پہنچ کر نہ صرف قادیانیت کو سپورٹ کرتے ہیں، بلکہ قادیانیت کے راستے میں آنے والے ہر اس کائنٹ کو صاف کرتے ہیں جو قادیانیوں کے لیے تھوڑی سی مشکل کا باعث بھی بنے۔ اس کام کے لیے اندر وون ویرون ملک قادیانی باقاعدہ چندہ کرتے ہیں اور اپنی آمدن کا مخصوص حصہ وقف کرتے ہیں۔ یہی سب کام سنی مکتب فکر کے علاوہ دیگر مسلک والے بھی کر رہے ہیں، جو تعداد میں پاکستان کی کل آبادی کا 10 فیصد بھی نہیں بنتے، مگر پھر بھی پاکستان کے چھوٹے بڑے ہر ادارے میں ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے، جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان میں رنگ و نسل اور مسلک کے امتیاز کے بغیر عوام کو اداروں میں نوکریاں حاصل کرنے کا مکمل حق ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ پاکستان میں رنگ و نسل اور دین و مسلک کی بنیاد پر تفریق کی جائے مگر جب مخصوص مائیڈیٹ اکثریت پر غلبہ حاصل کرنے لگے اور دیگر مساکن کے لئے تنگ نظری کا مظاہرہ کرے تو یہ واقعی پاکستان اور اکثری طبقے کے لئے الارمنگ صورت حال ہے۔ یہ کام آج سے نہیں پچھلے ستر سال سے ہو رہا ہے، مگر اس پر کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کے مقابلے میں اکثریتی طبقے کی جانب سے کافر نہیں، جسے جلوس اور بڑی بڑی تحریکیں چلانی گئیں، لیکن جو کام کرنے کا تھا وہ کسی نے نہ کیا۔ جس کا خمیازہ آج اسلام پسند بھگلت رہے ہیں۔

غالباً حکیم الامت حضرت مولانا[ؒ] کا قول کہیں پڑھا تھا کہ علماء کرام سیاست، سیاست دانوں کی تربیت سے کر سکتے ہیں۔ علماء کرام کو مجائز خود سیاست میں آنے کے سیاست دانوں کو دین کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے چاہیے۔ یہی کام آپ نے مولانا ظفر احمد عثمانی[ؒ] کی قیادت میں قائد اعظم کی طرف و فوڈ بھیج کر کیا۔ اور یہی مجددی سیاست کھلاتی ہے۔ حضرت مجدد[ؒ] نے بھی خود اقتدار میں آنے کی بجائے صاحب اقتدار لوگوں پر محنت کر کے اُن کی ذہن سازی کی، اُن کو تیار کیا اور اہل اقتدار ملک و قوم کو فتنہ اکبری سے

بچایا۔ بدقتی سے علماء کرام نے حضرت مجدد حضرت ھانویؒ کے اس فلسفے کی طرف توجہ نہیں دیا۔ 70 سال نہ سہی کم از کم دس بیس سال پہلے ہی پاکستان کے چھوٹے بڑے اداروں میں جانے والے لوگوں کی فکری اعتبار سے ذہن سازی کی جاتی اور کوشش کر کے ان لوگوں کو اداروں میں بھیجا جاتا جو بظاہر حیے سے جیسے بھی ہوں، مگر فکر و نظر کے لحاظ سے متدين ہوں تو بعدہ تھا کہ آج پاکستان میں اسلام پسند نہ صرف غالب ہوتے، بلکہ اسلامی نظام اور نظریہ پاکستان کے عملی نفاذ کا خواب پورا ہو چکا ہوتا۔ یا کم از کم سیکولر اور لا دین لا بی اسلام اور اسلام پسندوں کے لئے ریکاٹ نہ بنتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلام پسندوں کی مغلوبیت، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کے مکمل طور پر عدم نفاذ میں قصور کس کا ہے؟ کہیں علماء کرام اور اہل علم سے جھوول تو نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے پاکستان کو 70 سال گزرنے کے باوجود اسلامی فلاجی ریاست نہیں بنایا جاسکا؟ اس پر بخشنہ دل سے غور فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آج بھی ہم خواب غفلت میں محور ہے تو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی، جنہوں نے اسلامی فلاجی ریاست کے لئے 10 لاکھ سے زائد قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی کی غلطیوں کو سامنے رکھ کر حال اور مستقبل کی منصوبہ بندی کریں اور وطن عزیز پاکستان کو اسلام مخالف گروہوں اور دشمنوں کے ہاتھوں یہ غماں ہونے سے بچانے کے لئے کربستہ ہو جائیں۔ یہ ذمہ داری علماء کرام، اہل مدارس، اہل پاکستان سمیت ان تمام اداروں اور لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو نظریہ پاکستان اور دفاع پاکستان کا عزم رکھتے ہیں تاکہ نظریہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بننے والے ملک میں آئندہ کسی حامل لا الہ الا اللہ پر نظریہ لا الہ الا اللہ کا کوئی دشمن ظلم و جبر کر سکے نہ نظریہ پاکستان کی بنیادوں کو گرانے والے اعلیٰ عہدوں تک رسائی پا کر مذموم مقاصد میں کامیاب ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ وطن عزیز پاکستان، نظریہ پاکستان، نظریہ اسلام اور دفاع پاکستان کے حاملین کی حفاظت فرمائے اور دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام بنائے، آمین۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

سید کے نام سے علم چاہم جناب الرحمن

غیر مسلموں کے ساتھ انسانی بینادوں پر ہمدردی، غنواری اور حسن سلوک بھی اللہ کو پسند ہے، انفرادی طور پر حسن سلوک کی تاکید تو قرآن کریم نے اس طرح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کے والدین مشرک ہوں، تو شرک میں انکی اطاعت جائز نہیں ہے، لیکن انکے ساتھ دنیاوی معاملات میں حسن سلوک ضروری ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَإِنْ جَاهَدُكُمْ عَلَى أَنْ تُشْرِكُوكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ فَلَا تُظْعِنُهُمْ وَصَاحِبُهُمْ إِنَّ الدُّنْيَا مَعْرُوفٌ فَأً— (سورہ لقمان)

یعنی اگر والدین تم پر یہ کو شش کریں۔ کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جسکی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو انکی بات مت نہو، اور دنیاوی معاملات میں انکے ساتھ بھلانی سے رہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يَنْهَا كُمُّ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يَخْرُجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبْرُؤُهُمْ وَتُنْقِسِطُوا إِلَيْهِمْ— (سورہ ممتنہ)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا۔ ان سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گروں سے کہ ان کے ساتھ احسان اور انصاف کا سلوک کرو۔

اس میں انفرادی طور پر کسی غیر مسلم کے حسن سلوک بھی داخل ہے اور اجتماعی ہمدردی بھی داخل ہے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہے۔ صحیح بخاری میں کئی مقامات پر یہ واقعہ آیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ مشرکہ تھیں، اور مدینہ منورہ آئی، اور

اپنی بیٹی سے کچھ مال مدد کی توقع ظاہر کی انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا ”صلی امک“ یعنی اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

نیز یہ بات بالکل واضح ہے کہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی دشمنی پر کربیانہ ہے ہوتے تھے، مگر زندگی میں انہوں نے آپ اور آپ کے صحابہ پر ظلم و ستم کے پہلا توڑے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں آپ اور آپ کے اہل خاندان کو محصور کر کے ان کے ساتھ سو شل بائیکاٹ کیا۔ جسکے نتیجے میں مسلمانوں کو درخت کے پتوں اور چڑوں پر بھی گذرا کرنا پڑا۔ لیکن جب آپ مدینہ منورہ تشریف لئے آئے۔ تو ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا۔ جس کے نتیجے میں وہاں کے لوگ چڑا تک چونے پر مجبور ہو گئے۔ سورہ دخان کے آغاز میں ایک تفسیر کے مطابق قرآن کریم نے اس قحط کا ذکر فرمایا ہے اس موقع پر آپ نے نہ صرف اس قحط کے دور کرنے کی دعا فرمائی، بلکہ علامہ سر خسیؒ کے بیان کے مطابق ابوسفیان کو پانچ سوا شریفیوں کی خطیر رقم دیتا کہ اسے مکہ مکرمہ کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جائے۔

اسکے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ سے عجود کھجوروں کی ایک مقدار ابوسفیان کے پاس ہدیہ کے طور پر پھیجنی اور ان سے کچھ چڑا خریدنے کی فرمائش کی! ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں، کہ اس چڑے کے بارے میں آنحضرتؐ کا خیال ہو گا کہ شامی راستے کی بندش کی وجہ سے اس کا خریدار کوئی نہیں ہو گا۔ اور وہ ابوسفیان کے پاس پڑا پڑا خراب ہو رہا ہو گا۔ اس لئے آپ نے اس کے بدالے میں کھجوریں بھیں، تاکہ قحط کے زمانے میں انکی غذائی ضرورت پوری ہو سکے۔

اسی طرح شامہؓ بن اثال رضی اللہ عنہ یمامہ کے سردار تھے، یہ گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئے، آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دلکش سیرت کا ناظارہ کر کے ان کے دل میں اسلام گھر کر گیا اور انہوں نے آزاد ہونے کے بعد اسلام قبول کر لیا، اس وقت مکہ مکرمہ میں غلے کی ایک بڑی مقدار یمامہ سے آیا کرتی تھی، انہوں نے اہل مکہ کو یہ اعلان کروادیا، کہ اب یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی مکہ مکرمہ نہیں جائے گا جس سے مکہ مکرمہ کے مشرکین کو پریشانی لا حق ہو گی، عاجز آکر انہوں نے

نبی کریم ﷺ کو خط لکھا کہ ثماۡمہؓ سے ہماری سفارش کر دیں، آنحضرت ﷺ نے حضرت ثماۡمہؓ وغہ بند کرنے سے منع فرمایا، اور آپؓ کی سفارش پر مکہ والوں کیلئے یمامہ کے غلے کی بندش ختم کر دیں۔

پھر ہمدردی و غنواری اور حسن سلوک کا دنیا کی تاریخ نے اس سے بڑا اور عظیم مظاہرہ کیا دیکھا ہو گا، کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو فتح مکہ کے وقت ان لوگوں پر مکمل اقتدار حاصل ہوا جو آپؓ کے خون کے پیاس سے تھے، اور جنہوں نے سالہا سال آپؓ کو اپنے مظالم کا نشانہ بنایا تھا، اس وقت آپؓ نے ان سب کو معاف فرمائے کہ آج تم پر کوئی طلامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہوں۔

ان واقعات سے آپؓ نے ثابت فرمایا کہ دشمنی اور نفرت غیر مسلموں کی ذات سے نہیں ہے بلکہ انکے باطل عقائد اور انکے فتنہ و فساد سے ہے۔ جہاں تک ان کی انسانی حیثیت کا تعلق ہے۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی مطلوب ہے۔ انہیں تبلیغ بھی خیر خواہی کی بنیاد پر کی جاتی ہے، اور جہاد کا آخری مقصد بھی انسانیت کی خیر خواہی کے سوا کچھ انہیں تاکہ انسانیت فتنہ و فساد سے محفوظ ہو جائے۔

جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں

مولانا عبدالعلی

سالانہ لائچے عمل میٹنگ برائے مقتنه و منظر:

- 7 جنوری: بروز اتوار جامعہ تبلیغ القرآن اور دیگر ذیلی اداروں اور شعبہ جات کا حسب معقول سالانہ لائچہ عمل اور گذشتہ سال کی رپورٹ پر مشتمل ایک مقتنه عاملہ اور منظمہ اجلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام اداروں اور شعبہ جات کی رپورٹس پیش کی گئیں اور سال 2018 کے لئے سالانہ لائچہ عمل بھی پیش کیا گیا۔
- آخر میں گذشتہ سال بہترین کارکردگی پیش کرنے والے اداروں، شعبہ جات اور ارکان کو اعزازی انعامات بدست حضرت مفتی صاحب دیے گئے۔ اداروں میں جامعہ تبلیغ القرآن للبنات، شعبہ جات میں درس نظامی (مولانا القمان احمد اور مولانا عبدالعلی) آئی ٹی (جناب حضرت بلاں) جبکہ ایکپلائر میں حاجی پرویز اور میاں عرفان اللہ کو انعام سے نواز گیا۔
- العلم ایجوکیشن سمیٹ کی جانب سے العلم اکیڈمیا کی تحریر و ترقی میں تعاون پر مفتی صاحب، ڈاکٹر حشمت علی صافی، شکلیل احمد، میاں عرفان کو اعزازی شیلڈز بھی پیش کی گئیں۔

سینیماز:

- 8 فروری: تخصص فی الفقہ والا قاء کے متخصصین کے لیے جامعہ کی طرف سے "آئین پاکستان، مروجہ عدالتی نظام، مسلم پرستی لاء" کے عنوان پر ہفتہ وار چار کلاسوں پر مشتمل سینیماز کا انعقاد ہوا جس کے لیے مولانا شمس الحق ایڈوکیٹ صاحب (پشاور ہائی کورٹ) کو مدعو کیا گیا۔

مفتونہ مینگ:

- 19 جنوری: کو مفتونہ مینگ کا انعقاد ہوا جس میں اداروں اور شعبہ جات کے مشترکہ دستور کے بارے میں اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا۔
نوجوانان تربیتی کلاس:

- 5 فروری: شعبہ اطفال کے نوجوانان کے ساتھ مفتی صاحب کی تربیتی نشست ہوئی جس میں ان کی فکری اور اصلاحی تربیت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔

ماہانہ اصلاحی بیان:

- 3 جنوری: شوریٰ کے مشورے سے عوام الناس کی اصلاح کے لئے ماہانہ اصلاحی بیان کا سلسہ شروع ہوا یہ بیان ہر ماہ کی پہلی بدھ کو حضرت مفتی صاحب فرمائیں گے پہلا بیان 3 جنوری کو بغتوان ”اپنی اصلاح کی ذمہ داری“ منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں عوام نے شرکت کی۔ بیان مفتی صاحب نے کیا۔

جامعہ بنات

فاضلہ دینیات و ترجمہ کلاسز کا نتیجہ:

- 5 جنوری: کو فاضلہ دینیات و ترجمہ کلاسز کے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ تقریب میں طالبات نے تلاوت، حمد، نعمت و بیانات کے مقابلہ میں حصہ لیا۔ اور آخر میں پوزیشن لینے والی طالبات کو شیلڈ زدی گئیں۔

اصلاحی بیانات:

- 3 جنوری کو مفتی محمد حسین صاحب نے بغتوان ”تذکیرہ نفس“ اصلاحی بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

• 30 جنوری کو مولانا جعفر خان صاحب نے ”قرآن کی فضیلت اور اہمیت“ پر بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

• 7 فروری کو امیر اعلیٰ جناب ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب نے بعنوان ”خواتین کی ذمہ داریاں“ اصلاحی بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

اصلاحی کلاس برائے اطفال:

• 30 جنوری کو تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کے تحت اطفال کے لیے اصلاحی کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں کو کچھ آداب و اخلاق سکھائے گئے۔

شاخ ذمہ دار ان شوریٰ:

• 7 فروری کو جامعہ تبلیغ القرآن کے تمام خواتین ذیلی کی شاخوں کی ذمہ داروں کے ساتھ محترم امیر صاحب کی مینگ ہوئی جس میں تمام ذمہ داروں نے شرکت کی اور آخر میں امیر محترم صاحب نے ہدایات اور ذمہ داریاں بیان کی۔

اہم خواتین شوریٰ برائے تعلیم دین کورس:

• 16 فروری کو مفہمنہ اور منظہمہ اراکین کے بیگمات اور اہم خواتین اراکین کا ایک اہم اجلاس بلا یا گیا جس میں تمام اداروں / شعبہ جات کی کارکردگی بیان ہوئی اور اس میں بھرپور تعاون کی ترغیب دلائی گئی۔

تعلیم دین کورس برائے خواتین:

• 19 فروری سکول و کالج کی طالبات اور گھریلو خواتین کے لیے یکساں مفید 20 روزہ تعلیم دین کورس برائے خواتین کا افتتاح ہوا یہ کورس جناب مفتی صاحب اور امیر صاحب پڑھائیں گے۔

درس نظامی

طلباں سینار:

- 14 جنوری درس نظامی کے طلبہ کے لئے انتظامی تربیت کے حوالے سے یک روزہ سینار کا انعقاد ہوا جس میں میاں نصیب جان صاحب (ٹپٹی کمانڈنٹ) نے لکھ دیا۔

اساتذہ میشنگز:

- 8 جنوری کو تمام معلمین کے ساتھ حضرت مفتی صاحب نے مینگ کی اور اساق و سلیبیں نیز معلمین کی حاضری پر بات چیت ہوئی۔
- 3 فروری کو مفتی صاحب اور تمام اساتذہ کی شوری ہوئی جس میں سالانہ امتحان، ختم بخاری پروگرام اور دیگر انتظامی امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

تقابل ادیان کورس:

- 16 جنوری کو طلبہ درس نظامی کے لیے چار ہفتوں پر مشتمل ہفتہ وار تقابل ادیان کلاسز کا اجراء کیا گیا۔ لیکھ رکی خدمات ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی نے انجام دیں۔

انجمن طلبہ شب مذاکرہ:

- 7 فروری کو حسب معمول درس نظامی کے طلباء کے لیے تربیتی و اصلاحی شب مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔

تقسیم انعامات:

- 7 فروری کو ماہانہ جائزہ نتیجہ کا اعلان کر کے ممتاز طلباء و طالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔

30 روزہ عربی لینگوچج دورہ:

- 12 فروری سے علماء طلباء اور عوام الناس کے فائدے کی غرض سے 30 روزہ عربی لینگوچج دورہ کا افتتاح کیا گیا جس میں عربی تکمیل و انشاء کے حوالے سے فری کلاسز ہوئیں۔ مولانا قادر صاحب مدرس جامعہ ہذانے فرائض درس انعام دیئے۔

30 روزہ دورہ صرف و نحو:

- 2 اپریل سے مدارس کے طلبے کے لیے 30 روزہ صرف و نحو کے دورہ کا اجراء ہوا جس میں قانونچہ اور علم النحو کی پڑھائی اور اجزاء کا اہتمام ہوا۔

تبليغ القرآن تعليمي سوسائٹي

میئنگر:

- 13 جنوری کو مدرسہ تعلیم القرآن افغان کالونی کے اطفال کے نئے ذمہ دار سے سوسائٹی کے حوالے سے تعلیمی و انتظامی میئنگ ہوئی۔

- 25 جنوری کو سال 2018 کے لامحہ عمل پر ذمہ داران شعبہ اطفال سے تفصیلی میئنگ ہوئی اور تمام لامحہ عمل کو سال کے مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا اور سالانہ کلینڈر تیار کیا گیا۔

بزم ادب و تقسیم انعامات:

- 10 فروری کو اطفال کے لیے مرکزی سٹھن کے بزم ادب کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام سنین و بیانات مکاتیب کے طلبہ و طالبات نے حصہ لیا، پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات دیئے گئے۔

شعبہ اطفال

- کوئی ممتاز: 27 جنوری کو شعبہ اطفال کا پروقار کوئی مقابلہ ہوا جس میں 6 گروپس نے حصہ لیا اور 2 کامیاب گروپس کو انعامات سے نوازا گیا۔

• تربیتی کلاس برائے نوجوانان شعبہ اطفال:

- 3 فروری کو شعبہ اطفال کے نوجوانان کا حضرت مفتی صاحب کے ساتھ فکری و تربیتی کلاس ہوئی جس میں نوجوانان کو مطالعہ کے لیے ”نوجوانان اسلام کی دینی و ملی ذمہ داریاں“ کتاب مطالعہ کے لیے مقرر کیا گیا۔

اساتذہ شعبہ اطفال شوریٰ:

- 24 فروری کو شعبہ اطفال کے اساتذہ کا شوریٰ اور تعلیمی و رکشائپ تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کے ناظم جناب مولانا القمان صاحب نے اساتذہ سے مختلف امور پر بات چیت کی اور مسائل کی نشاندہی اور اس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔

مختلف سرگرمیاں

جامعہ میں مہماںوں کی آمد:

- 2 جنوری: شیخ الحدیث مولانا سراج الدین آفریدی صاحب اور قاری شاہ فیصل جامعہ تشریف لائے تھے۔ اور مفتی صاحب کے ساتھ طویل مجلس ہوئی۔ حضرت شیخ صاحب کو مفتی صاحب نے جامعہ تبلیغ القرآن اور ذیلی اداروں و شعبہ جات کا تفصیلی تعارف بھی کرایا۔
- 11 جنوری: ڈاکٹر امجد صابر صاحب (ایبٹ آباد) مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے تھے۔
- طلبہ توحید و سنت ناظم مولانا عبد اللہ (باجوڑ) دستور کی تیاری حوالے سے جامعہ تشریف لائے اور طلبہ تنظیم کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ دستور سازی کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب نے برینگ دی۔
- 18 جنوری: دیر سے مولانا گل زادہ اور کامران خان مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔

- 25 جنوری: مفتی مدثر شاہ صاحب (سابقہ استاذ جامعہ عنانیہ پشاور) اور ان کے بھائی جناب مفتی مسعود صاحب (ناٹم تعلیمات احسن المدارس پشاور) جامعہ میں مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور جامعہ کا وزٹ کیا۔
- 26 جنوری: مولانا گل محمد صاحب (جلال آباد) مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔
- 18 فروری: کو مولانا سید نواز صاحب (بونیر) دیگر ساتھیوں کے ساتھ جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کے تمام اداروں اور شعبہ جات کا وزٹ کیا۔

پروگرامات میں شرکت

دعوت میں شرکت:

- 4 جنوری کو جامعہ معاون رکن جناب شیراز صاحب (ابجو کیٹر سکول والے) کی دعوت پر حضرت مفتی صاحب، امیر صاحب، جناب وزیر، جناب حاجی پرویز اور جناب عبدالباسط ان کی رہائش گاہ پر گئے۔
- 14 جنوری کو حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب، ڈاکٹر مس الرحمٰن میاں گجر حاجی فقیر محمد کے بیٹوں کے دعوت ولیمہ میں شرکت کی، اس طرح حضرت مفتی صاحب کے شاگرد جناب عبد الوہاب بنگش کے ولیمہ بھی انہوں نے شرکت کی۔

دستاربندی اور ختم قرآن میں شرکت:

- 4 جنوری بروز جمعرات جامعہ کے طالب علم قاری یعقوب کی دعوت پر لطیف آباد بنا مدرسہ کے درس قرآن اختتام کے موقع پر حضرت مفتی صاحب آخری سورتوں کا درس دیا۔
- 21 جنوری کو شیخ صدر الشہید صاحب کے مدرسہ ”روضۃ القرآن“ ترکاب چار سدہ کے سالانہ میں دستاربندی کے پروگرام میں ان کی دعوت پر حضرت مفتی صاحب نے شرکت کر کے تقریب سے خطاب کیا۔
- 23 جنوری مولانا عبد المقدس بacha (جلبی صوابی) کے دعوت پر ان کے درس قرآن کے اختتامی پروگرام میں مفتی صاحب نے تفصیلی خطاب کیا۔

- 23 جنوری مفتی تو صیف صاحب (مرغز) کی ملاقات کے لئے مفتی صاحب، وزیر بھائی اور قاری احتشام صاحب تشریف لے گئے۔
- 8 فروری جامعہ کے سابقہ طالب علم مولانا قاری عباد کی دعوت پر مفتی صاحب، وزیر بھائی اور قاری احتشام صاحب دیر میدان تشریف لے گئے مفتی صاحب نے تفصیلی بیان کیا اور ان کے ادارے کا وزٹ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے آخری سورتوں کا درس دیا اور مفصل خطاب کیا۔ قاری عباد صاحب کے مدرسے کا وزٹ کیا۔ پروگرام میں خال مدرسہ کے مدرسین حضرت مولانا باچا نیز صاحب اور قاری نصیب اللہ صاحب نے بھی خطاب کیا۔
- 19 فروری مدرسہ تعلیم القرآن افغان کالونی (مولانا مجاہد) کے درس قرآن کے اختتامی پروگرام میں حضرت مفتی صاحب کو مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام میں مفتی صاحب نے قرآن کی اہمیت اور ضرورت پر مفصل خطاب کیا۔

تنظيم سرگرمیاں

ماہانہ ناظمین احلاس:

- 28 جنوری کو جامعہ تبلیغ القرآن میں بعد نماز مغرب تمام ناظمین کا نئے سال کا پہلا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں رواں سال کے لائچے عمل پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اجلاس میں دروس قرآن کو منظم کرنے اور مزید دروس شروع کرنے پر مشاورت بھی ہوئی۔

شب مذاکرہ:

- 10 فروری کو مرکزی تنظیم کی طرف سے اداروں اور ذیلی شعبہ جات کے اہم اراکین و عہدیداران پر مشتمل مجلس منظمه کی اخلاقی، فکری اور دینی اصلاح کے لئے شب مذاکرہ کی نشست کا اہتمام کیا، جس میں تمام ذمہ داران نے شرکت کی اور شب مذاکرہ کے معمولات میں بھرپور حصہ لیا۔

10 روزہ اسلامیات کورس:

- شعبہ تنظیم کے زیر اہتمام جماعت نہم و دہم کے طلباء کے لیے اسلامیات کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں گورنمنٹ و پرائیوٹ سکولز کے طلباء نے شرکت کی۔ کورس میں درس کے فرائض جناب محمد

فرقان (رکن مرکزی تنظیم) اور جناب شمس الحق آفریدی (نااظم مرکزی تنظیم) نے سرانجام دیے۔ اختتام کورس پر حضرت مفتی صاحب نے طلبہ سے خطاب کیا۔

چار ماہی احلاس عالم:

- 23 فروری جامعہ تبلیغ القرآن کے تمام ذیلی اداروں اور شعبہ جات کے ذمہ داران و عہدیداران اور عام اراکین کی فکری، عملی، اصلاحی اور تحریکی تربیت کے لیے حسب سابق جامعہ میں چار ماہی اجلاس عالم (اجتماع ارکان) منعقد کیا گیا جس میں رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب و نائب رئیس نے ارکان کی تربیت کے مختلف پہلوؤں پر خطابات کیے۔ بدایات اور سالانہ لائچہ عمل بیان کیا گیا۔ ارکان کو تربیتی مطالعہ نصاب حوالہ کیا گیا۔ اس اجلاس اور اجتماع ارکان میں تقریباً سو سے زائد ساتھیوں نے شرکت کی۔

خادم ویلفئر سوسائٹی

6 جنوری 2018 خادم ایڈمن ٹیم کی میٹنگ (اجلاس) منعقد ہوا جس کی صدارت چینیر مین خادم ویلفئر سوسائٹی جناب یوسف ظفر صاحب کی۔ جس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے۔

- ۱۔ سال 2017 کی رپورٹ پر تبادلہ خیال کیا گیا۔
- ۲۔ 2018 سال کا لائچہ عمل تیار کیا گیا۔

۳۔ Executive Member لست میں تبدیلی عمل میں لائی گئی۔

۴۔ 20 جنوری 2018 اجلاس منعقد ہوا جس میں یتیم Sponser Ship پروگرام کے حوالے سے لائچہ عمل طے پایا۔ خادم یتیم Sponser Ship پروگرام میں یتیم بچوں کو فری تعلیم کرتا ہے اور غیرہ مہیا کی جاتی ہے۔

خادم خواتین و نگ بزم:

- 10 جنوری کو خادم خواتین و نگ کے تحت خادم بزم ادب کا انعقاد کیا گیا جس میں تلاوت، حمد و نعمت کا مقابلہ ہو۔ آخر میں محترمہ انس نے خادم ویلفئر سوسائٹی کے تعزف اور خدمت کے حوالہ سے بیان کیا۔

تجھیز و تکفین کلاس:

- 3 فروری کو خادم و یائیسر سوسائٹی خواتین ونگ کے تحت مرکز کی شاخ "مرسہ سیدہ حضرة گل آباد" میں تجویز و تکفین کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین شامل ہو کر مستفید ہوئیں۔ خواتین کو میت کے نہلانے، ان کو کفن دینے تک کے تمام مسائل سے آگاہ کیا اور عملی مشق بھی کروائی گئی۔

کونگ کلاس:

- 10 تا 16 فروری خادم خواتین ٹیم کے تحت کونگ کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں تقریباً 30 سے 35 خواتین نے شرکت کی۔ کلاس کا دورانیہ ایک ہفتہ رہا۔ خواتین کو مختلف اور اقسام کے کھانے بنانے کا طریقہ سکھایا گیا۔

خادم و وکیشنل سنٹر

جذوری:

- پیش کلاس کا آغاز کیا بہتری کے لیے ہم نے سنٹر میں کچھ تبدیلیاں لانے سے سالانہ لائجہ عمل تیار کیا جس میں ٹیچر سٹاف، درکر سٹاف اور سٹوڈنٹ سلامی سلیس شامل ہے۔

فروری:

- 5 فروری: سلامی اور کریشہ کے علاوہ نیو کلاسز جیسا کہ (بینڈ ایمبر انڈری، میشین ایمبر انڈری، سلمہ ستارہ، ڈیکوریشن، بیوٹیشن کلاسز، کلاشی کام واٹر کناری، موکیش، وان پنگ، بینڈ شیٹ کلاسز شروع کرنے کے لیے ہم نے نیو ٹیچر کو ہائز کیا۔

- اور ساتھ ہی ساتھ سینٹر ڈیکوریشن پر بھی کام کیا۔ اور فروری میں ہم نے سلامی 6 ماہ کورس کا آغاز کر دیا ہے۔